شیعیت پر اعتراض کیوں؟

عشرہ محرم الحرام پر مشتمل شاہکار کتاب

حجۃ الاسلام علامہ سید کلب جواد آف لکھنؤ

Presented by Ziaraat.Com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

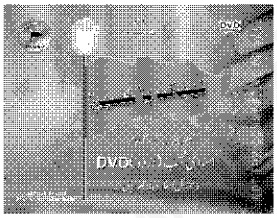

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

یا عباس

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by Ziaraat.Com

شیعیت پر اعتراض کیوں؟

عشرہ محرم الحرام پر مشتمل شاہکار کتاب

مجموعہ تقاریر

حجۃ الاسلام علامہ سید کلب جواد نقوی لکھنؤ

مرتب

مولانا ندیم عباس حیدری علوی

ناشر

جمعیت طلبہ جعفریہ پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب	:	شیعیت پر اعتراض کیوں؟
تقاریر	:	علامہ سید کلب جواد نقوی
مرتبہ	:	مولانا نذیم عباس چوہدری علوی
پروف ریڈنگ	:	غلام حبیب
اشاعت	:	اپریل 2009ء
صفحات	:	160
ہدیہ	:	135 روپے

ناشر

جمعیت طلبہ جعفریہ پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

بسم الله الرحمن الرحيم

Presented by Ziaraat.Com

ترتیب

- مجلس اول 7
- مجلس دوم 19
- مجلس سوم 32
- مجلس چہارم 47
- مجلس پنجم 62
- مجلس ششم 84
- مجلس ہفتم 103
- مجلس ہشتم 118
- مجلس نہم 132
- مجلس دہم 147

Presented by Ziaraat.Com

مجلس اوّل

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- ..... عزاداری ہماری روح ہے
- ..... اعتراض نجدی حضرات کی طرف سے تمام اہلِ سنت پر ہوتے ہیں
- ..... زیارتِ قبور کو دعاؤں میں وسیلہ بنانا کسی کو
- ..... صرف مذہب جعفری پر ہوتے ہیں اور اعتراض ہیں تقیہ
- ..... جہاد حملہ کر لینا نہیں ہے
- ..... دہشت گرد تنظیموں کو جہادی تنظیم کہا جا رہا ہے
- ..... جنگوں میں کامیابی کو اسلام فتح نہیں مانتا
- ..... آخر آپ ہار کیسے گئے؟
- ..... چھپ کر حملہ کرنا عصمت کے خلاف ہے

ذکر مصائب

- ..... جنابِ مسلمؑ بن عقیل کی شہادت
- ..... کوفہ والوں کی بے وفائی
- ..... جنابِ مسلمؑ کی مظلومیت کربلا والوں سے کچھ بڑھی ہوئی تھی
- ..... میرا امیر سوائے حسینؑ کے اور کوئی نہیں

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

عزاداری ہماری روح ہے، عزاداری ہماری جان ہے، عزاداری محافظِ اسلام ہے۔ ثابت شدہ بات ہے کہ جہاں جہاں عزاداری کسی نہ کسی شکل وصورت میں باقی رہی، وہاں اسلام پھر پلٹ آیا۔ وہاں اسلام ختم نہیں ہو پایا۔

اس کی بہترین مثال روس ہے کہ جہاں کوئی، کسی قسم کی کوئی بھی مذہبی بات کرنا وہاں پر سخت منع تھی۔ مسجدیں بند کر دی گئی تھیں، کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا تھا، کوئی اور عبادت نہیں انجام دے سکتا تھا مگر عزاء امام حسینؑ کسی نہ کسی صورت میں باقی رہی۔ جب عزاداری باقی رہی اور ادھر حکومت ختم ہوئی تو اسلام پھر اپنے مقام پر پلٹ آیا۔

اور وہ بھی مثال موجود ہے کہ جہاں عزاداری بند کر دی گئی تھی وہاں پھر عزاداری پلٹی نہیں، اور اس کی مثال یہ ہے کہ اسپین ہے کہ جہاں چھ سو برس تک

Presented by Ziaraat.Com

مسلمانوں کی حکومت رہی مگر وہ مسلمان بنوامیہ والے مسلمان تھے۔ لہذا کیوں کہ وہاں عزاداری نہیں ہو سکتی تھی لہذا وہاں اسلامی حکومت ختم ہوئی تو آج اسلام واپس پلٹ نہیں سکا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ "محافظِ اسلام ہے عزاداری"۔

یہ وہ قلعہ ہے کہ جہاں پر اسلام محفوظ رہتا ہے۔ اگر کربلا کا واقعہ نہ ہوا ہوتا تو پھر مظلوموں کو زبان کرنے کی جرأت نہ ہوتی...... (صلوات)

پچھلے سال جو میں نے موضوع لیا تھا، اسی کا تسلسل ہے۔ وہ موضوع تھا کہ شریعت پر جو اعتراض کیے جاتے ہیں۔

پہلی بات تو آپ یہ سمجھیں کہ اعتراضات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ اعتراضات وہ ہیں جو دشمنانِ اسلام کی طرف سے اسلام پر ہوتے ہیں۔ کل اسلام پر، پورے اسلام پر، مثلاً تلوار کے زور سے پھیلا اسلام، یہ دہ ظلم ہے وغیرہ۔

اور ایک اعتراض ہے کہ جو وہابی حضرات کی طرف سے تمام اہل سنت پر ہوتے ہیں۔ اس میں شیعہ بھی شامل ہیں۔ وہ اعتراض ہے زیارتِ قبور کو دعاؤں میں وسیلہ بنانا کسی کو، اس سے شفاء طلب کرنا، زیارت کے لیے جانا، اس طرح سے حیاتِ نبیؐ، آج ہمارے نبیؐ زندہ ہیں یا نہیں؟ اور کچھ اعتراض وہ ہیں، مخصوص شیعوں پر ہوتے ہیں۔ صرف مذہب جعفری پر ہوتے ہیں اور وہ اعتراض ہیں تقیہ۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ تقیہ تو جھوٹ ہے۔ لہذا یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ تقیہ تو منافقت ہے کہ دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ ہے لہذا یہ منافقت کے قائل ہیں۔ جھوٹ بولنے کے قائل ہیں اور دوسرا بداء کا مسئلہ ہے، متعہ کا مسئلہ۔

آیت اللہ سیستانی کے ہاں ایک فاؤنڈیشن ہے، ایک پوری کمیٹی بنائی ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

اس میں وہ ساری کتابیں جمع ہو رہی ہیں جو شیعیت کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ شیعیت کے خلاف، ہمارے مسلک کے خلاف، اب تک پانچ ہزار کتابیں جمع ہو چکی ہیں اور سب سے پرانی کتاب تیسری صدی میں لکھی گئی، الانتصار فیہ کے نام سے۔

اور شیعہ مسلک پر کل اعتراضات کی تعداد ہے سات ہزار، جو پانچ سو عنوانات کے ذیل میں ہیں۔ اگر سات ہزار اعتراضات کو جمع کیا جائے تو دس جلدیں بن جائیں گی۔

اس سے آپ اندازہ کریں کہ صدیوں سے کام ہو رہا ہے اس مسلک کے خلاف، اور ان میں سے کوئی اعتراض ایسا نہیں ہے کہ جس کا شافی جواب موجود نہ ہو۔ ہر اعتراض کی رد موجود ہے، ہر اعتراض خلاف عقل ہے۔ لیکن جو خاص خاص اعتراض ہیں ان کا ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔

ایک اعتراض جو آج چاروں طرف پھیلا ہوا ہے کہ اسلام میں جہاد ہے، مارنا ہے، گردن کاٹ دینا ہے۔ رسولؐ خدا کے ایک ہاتھ میں تلوار رہتی تھی اور ایک ہاتھ میں قرآن۔ اور ان کا کہنا یہ تھا کہ یا تو قرآن کو مان لو مسلمان ہو جاؤ ورنہ اسی تلوار سے تمہاری گردن اڑا دیں گے۔ آج بھی آپ انٹرنیٹ پر جائیے، اخبارات میں یہی باتیں کہی جاتی ہیں۔

اور دہشت گرد تنظیموں کو جہادی تنظیم کہا جا رہا ہے۔ لیڈروں کی طرف سے بھی، میڈیا کی طرف سے بھی ورنہ جہاد کچھ اور ہے اور دہشت گردی کچھ اور ہے۔ جہاد اور دہشت گردی میں کوئی ربط نہیں ہے۔ جہاد مظلوموں کی طرف سے جہاد کا نام ہے.....(صلواۃ)

جہاد حملہ کر لینا نہیں ہے، کسی ملک پر قبضہ کر لینا نہیں ہے، ظلم و ستم کر لینا نہیں

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ پورے قرآن مجید میں آپ دیکھ ڈالیے، پورے قرآن میں مسلمانوں کو کہیں پر یہ تعلیم نہیں دی گئی ہے کہ کسی پر حملہ کردو۔

"قتال" کا لفظ ہے، دو لفظ آئے ہیں: ایک قتال ہے، ایک جہاد ہے۔ قتال یعنی تلوار سے لڑنا، اسلحہ اٹھانا، جنگ کرنا۔ تو قرآن میں جہاں جہاں قتال کا لفظ آیا تو کہیں بھی یہ نہیں ہے کہ حملہ کرو، مار ڈالو کسی کو، ختم کردو۔ پورے قرآن میں جہاں قتال کا لفظ آیا ہے، وہاں پر آپ کو یہ جملے ملیں گے کہ: "اگر تمہارے اُوپر کوئی حملہ ہو، تو اپنا دفاع کرو"۔

یعنی تم خود کسی پر حملہ نہ کرو، لیکن اگر تم پر حملہ ہو جائے تو پھر میدان سے ایک قدم پیچھے نہ اٹھانا، تو یہ دفاع کرنا اپنا، انسان کا بنیادی حق ہے۔ تو اسی بنیادی حق کو اسلام بتا رہا ہے کہ تم اپنا دفاع کرنا، حملہ نہ کرنا ـــــ یہ ہے اسلام۔

اگر حملہ کرنے والے صلح کرنے کے لیے ہاتھ بڑھا دیں تو فوراً صلح قبول کر لینا، یہ ہے اسلام، یہ ہے دین۔

ثبوت کے طور پر ایک آیت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اتنی بڑی بڑی جنگیں ہوئیں مگر جگہ جنگ برائے تحفظ ہے۔ جنگِ بدر کب ہوئی تھی؟ جب مکہ سے لشکر آیا تھا مدینہ پہ حملہ ہوا تھا، تب مسلمانوں نے اپنا دفاع کیا۔

اور مسلمان بھی تین سو تیرہ۔ چند کے پاس تلواریں تھیں، پندرہ بیس لوگ ہوں گے جن کے پاس تلواریں تھیں۔ چند کے پاس نیزے تھے۔ کچھ لوگ تھے کہ جن کے پاس سواریاں تھیں، کچھ لاٹھیاں لیے ہوئے اور کچھ کھجور کی ٹہنیاں لیے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک دم سے حملہ ہو جائے تو آپ نے دیکھا کہ جس کو جو ملا وہ لے کر گھر سے نکل آیا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ کی کوئی تیاری نہیں تھی۔ اگر اسلام میں حملہ یا دوسرے ملک پر قبضہ کرنا ہوتا تو کچھ تو اسلحہ پہلے سے ہوتا، کچھ تو جنگ کی تیاریاں ہوتیں۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ چند کے پاس تلواریں تھیں، چند کے پاس نیزے تھے۔ اور جو مقابلے میں تھے وہ پوری طرح اسلحے سے ڈوبے ہوئے تھے اور اس کے باوجود اس مختصر سے کمزور سے لشکر کو فتح ہوئی اور مکہ سے جو لشکر آیا تھا اس کو شکست ہوئی۔

قرآن نے رسول کو سند نہیں دی کہ ہم نے آپ کو فتح دی۔ اتنی بڑی بڑی جنگیں اسلام نے فتح کیں مگر کہیں پر بھی رسول کو سند نہیں ملی کہ رسولؐ ہم نے آپ کو فتح دی۔

یعنی جنگوں میں کامیابی کو اسلام فتح نہیں مانتا۔ فتح کی سند کب ملی؟ جب صلح حدیبیہ میں صلح کے کاغذ پر دستخط ہوئے، فوراً قرآن کی آیت اتری:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (سورۂ فتح، آیت ۱)

"اے رسولؐ! ہم نے آپ کو کھلی ہوئی کامیابی دے دی، کھلی ہوئی فتح دے دی"۔

یعنی اسلام جنگوں کو فتح کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ دنیا میں امن و صلح قائم کرنے آیا ہے۔ حملہ ہو تو تحفظ کرو، ورنہ اسلام میں خود حملہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کہہ رہا ہے اور روایات بھی کہہ رہی ہیں کہ بدر وہ ہے کہ جس میں ملائکہ نازل ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی مدد کے لیے ملائکہ اترے تھے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ جب حزب اللہ کے اوپر اسرائیلی لشکر نے حملہ کیا تو ۳۰، ۳۵ ہزار کا اسرائیلی لشکر تھا، اور خود امریکن رپورٹ کے مطابق حزب اللہ کے جو لوگ

Presented by Ziaraat.Com

ہیں ان کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہیں۔ جن کے پاس معمولی سے اسلحے ہیں، لیکن پھر بھی ۳۵ دن تک جنگ جاری رہی، اور آخر میں اسرائیل کو شکست ہوئی۔

تو اب امریکہ کے ایک چینل سی این این پہ ایک اسرائیلی سپاہی نے انٹرویو دیا تو اس سے پوچھا گیا کہ جب حزب اللہ کی تعداد اتنی کم تھی اور آپ کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی، آخر آپ ہار کیسے گئے؟

اس سپاہی نے کہا کہ ہمارے جاسوسوں نے ہمیں غلط خبر دی کہ بہت مختصر تعداد ہے حزب اللہ کی، لہٰذا ایک حملہ میں سب صاف ہوجائیں گے مگر جب ہم نے حملہ کیا، تو جدھر دیکھتے تھے تو اللہ کے سپاہی ہمیں نظر آتے تھے۔ بس دیکھئے! بدر کی تاریخ کس طرح دہرائی جارہی ہے۔

جب بھی مکے کا لشکر، شکست کھا کر پلٹا اور مکے پہنچا۔ تو وہ سوال اس سے بھی ہوا جو اسرائیلی سپاہی سے ہو رہا تھا۔ ارے تم شکست کھا گئے؟ کہا: تم نے ہم کو غلط بتایا تھا، تم نے ہم کو بتایا کہ بہت کمزور ہے مسلمان۔

''مسلمان لشکر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بس ایک علیؑ سے ہوشیار رہنا''۔

تم نے کہا تھا کہ ایک علیؑ سے ہوشیار رہنا مگر جب ہم میدان میں پہنچے تو ہمیں چاروں طرف علیؑ دکھائی دے رہے تھے..... (صلواۃ) جہاں رُخ کرتے وہاں علیؑ نظر آتے تھے۔

قرآن نے کہا: فرشتے اُترے مدد کے لیے، تاریخ نے کہا: ملائکہ مدد کے لیے اُترے۔ ملائکہ کی کوئی اپنی شکل وصورت نہیں ہے انسانی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جب مدد کے لیے اُترے تھے تو چھپ کر حملہ کیا تھا یا سامنے حملہ کیا تھا؟

Presented by Ziaraat.Com

اگر کوئی کہے کہ چھپے ہوئے تھے جب حملہ کیا تھا تو میں عرض کروں گا کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور چھپ کر حملہ کرنا عصمت کے خلاف ہے۔ لہٰذا چھپ کر حملہ نہیں کیا تھا ملک ظاہر ہوتے تھے، سامنے آتے تھے۔

میں پوچھتا ہوں کہ جب سامنے آتے تھے تو ان کی اپنی تو کوئی انسانی شکل نہیں، جب سامنے آتے تھے تو پھر کس انسانی شکل میں آتے تھے؟ کس صورت میں آتے تھے؟ تو تاریخ میں تو وجود نہیں ہے وضاحت سے، لیکن اتنے جملے تاریخ میں موجود ہیں کہ میدانِ بدر میں لوگ گھبرا گھبرا کر رسولؐ کے پاس آ رہے تھے۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ مدینے سے کتنے علیؑ لے کر چلے ہیں۔

ہمیں تو ہر طرف سوائے علیؑ کے کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ تو بس سمجھ میں یہی آتا ہے کہ جب ملک فلک سے اترنے لگے اور انہیں انسانی صورت اختیار کرنا پڑی تو کسی کو علیؑ سے بھلی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی...... (صلواۃ)

تو میدانِ بدر میں فرشتے مدد کے لیے اترے مگر اُحد میں نہیں اترے۔ اُحد میں اکیلے علیؑ ہیں جو میدان کو فتح کر رہے ہیں۔ تو میں کہوں گا کہ مولا علیؑ نے شاید زبان سے شکایت نہ کی ہو گی لیکن شاید رسول اللہ چہرے سے سمجھ گئے ہوں گے کہ میں موجود تھا تو ان فرشتوں کی کیا ضرورت ہوگی، لہٰذا میدانِ اُحد میں اکیلے علیؑ ہیں جو پورے لشکر کا مقابلہ کر رہے ہیں...... (صلواۃ)

یہ وہ ہیں جو ہزاروں پر بھاری اور اس کا ثبوت کوفہ کا میدان ہے۔

ذکرِ مصائب

کوفہ والوں کی بے وفائی آج ضرب المثل بن چکی ہے، اٹھارہ ہزار کوفیوں

Presented by Ziaraat.Com

نے بیعت کی، مدد کا وعدہ کیا، جان دینے کا وعدہ کیا لیکن جب ابن زیاد گورنر بن کر آیا تو اس نے ایسا ڈرایا، ایسا دھمکایا کہ سارے کوفی خوف زدہ ہو گئے۔

اور اب تاریخ کہتی ہے کہ ہمارے آقا مسلمؑ نے جب مسجد کوفہ میں نماز عشاء شروع کی ہے تو اٹھارہ ہزار کی صفیں تھیں اور جب نماز عشاء پڑھ کر پلٹ کر دیکھا ہے تو مسجد خالی تھی۔

سب ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اب آقا کوفہ میں تنہا ہیں، مسافر ہیں، غریب الوطن ہیں، راستہ نہیں معلوم، جائیں تو کدھر جائیں، کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے، سارے دروازے بند ہیں، جس دروازے پر جاتے ہیں، کوئی آواز ہی نہیں دیتا۔

رات کا کافی حصہ گزر گیا اسی عالم میں کہ کوفہ کی گلیوں میں گھوم رہے ہیں، تھک گئے، پیاس کی شدت ہوئی۔ ایک دروازے کی چوکھٹ پر تھک کر بیٹھ گئے۔

روایت کہتی ہے کہ یہ ایک مومنہ کا گھر تھا جس کا نام طوعہ ہے۔ اس نے دروازے پر جناب مسلمؑ کو دیکھا اور کہا: اے مسافر! تو یہاں تک کیسے آ گیا؟

جناب مسلمؑ نے کہا: اے مومنہ! اگر تھوڑا سا پانی پلا دے، مجھے بڑی پیاس لگی ہے۔ مومنہ نے پانی پیش کیا۔

کہا: اے مسافر جلدی سے اپنے گھر چلا جا، ابن زیاد کے سپاہی گلی کوچوں میں پھر رہے ہیں اگر تجھے دیکھ لیا تو گرفتار کرلیں گے۔

دو تین مرتبہ مومنہ نے کہا مگر جناب مسلمؑ نہ اُٹھے اور کہا: اے مومنہ! تو کہہ رہی ہے کہ اپنے گھر چلا جا جس کا کوئی گھر نہ ہو وہ کہاں جائے؟

مومنہ نے کہا: آخر آپ ہیں کون؟

فرمایا: میں ہوں مسلمؑ ابن عقیل۔

Presented by Ziaraat.Com

مومنہ نے کہا: آقا پہلے کیوں نہیں فرمایا۔ بڑی گستاخی ہوگئی مجھ سے، آیئے آیئے اندر تشریف لے آیئے ایک حجرہ خالی کروا دیا۔ آقا کا مصلیٰ بچھایا، نمازیں ادا کرنا شروع کیں۔ اس مومنہ کا ایک بیٹا تھا کہ جو دربار ابن زیاد میں ملازم تھا۔

اس نے جب دیکھا تو خاموشی سے گھر سے نکلا۔ ابن زیاد تک پہنچا، اے ابن زیاد!

جس مسلمؑ کو تم پورے کوفہ میں تلاش کر رہے ہو وہ میرے گھر ہے۔

ادھر جناب مسلمؑ گھر میں نماز پڑھ رہے ہیں کہ گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں جناب مسلمؑ کے کانوں تک پہنچیں۔ مصلیٰ چھوڑا، تلوار سنبھالی، باہر نکلے۔ مومنہ نے کہا: کیا بات ہے، یہ آپ نے کیوں تلوار باہر نکال لی ہے؟

کہا: ابھی ابھی میرے کانوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آئی ہیں۔ لگتا ہے کہ ابن زیاد کو خبر ہوگئی ہے اور اس نے میری گرفتاری کے لیے لشکر بھیجا ہے۔

وہ مومنہ کہتی ہے: گھر کے اندر رہیے، آپ گھر کے اندر زیادہ محفوظ ہیں۔

جناب مسلمؑ نے ارشاد فرمایا: نہیں، میں گھر کے اندر نہیں رہوں گا کہیں ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد کا کوئی سپاہی مجھے گرفتار کرنے کے لیے گھر کے اندر داخل ہو جائے اور تیری بے پردگی نہ ہو جائے۔ مجھے گوارا نہیں ہے کہ میری وجہ سے کسی مومنہ کی بے پردگی ہو۔

اے آقا مسلمؑ! آپ کو گوارا نہیں کہ کسی مومنہ کی بے پردگی ہو، یہی کوفہ ہوگا آپ کی بہنیں، مائیں، پھوپھیاں رسیوں میں ہوں گی، سر پہ چادر نہ ہوگی، کبھی بازار کوفہ ہوگا، کبھی دربار کوفہ ہوگا۔

جناب مسلمؑ باہر نکلے، حملہ شروع ہوا، پانچ سو کا دستہ شکست کھا گیا۔ سردار لشکر

Presented by Ziaraat.Com

نے ابن زیاد کو لکھا کہ اور لشکر بھیج دو۔ پانچ سو کا دستہ اور آ گیا۔ اس کو بھی شکست، پھر ابن زیاد کو لکھ کر بھیجا کہ اور سپاہی بھیج دو۔

اس نے غصے سے کہا: ایک شخص کو گرفتار کرنا ہے اور ایک ہزار کا لشکر بھیجا جا چکا ہے اور تم اور سپاہی منگوا رہے ہو؟

سردار لشکر نے جواب میں لکھا کہ تو نے کیا سمجھا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ بنی ہاشم کی تلوار ہے۔ اس کے سامنے یہ لشکر کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور سپاہی بھیجو۔ پانچ سو کا دستہ اور بھیجا گیا مگر وہ بھی گرفتار نہیں کر سکے۔

علماء تحریر کرتے ہیں کہ جناب مسلمؑ کی مظلومیت کربلا والوں سے کچھ بڑھی ہوئی تھی۔ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ کربلا میں جب بھی کوئی میدانِ جنگ میں نکلا سامنے حملے ہوئے، پشت سے حملے ہوئے، پہلوؤں سے حملے ہوئے، چاروں طرف سے حملے ہوئے۔

جناب مسلمؑ پر چاروں طرف سے تو حملے ہو رہے تھے مگر کوٹھوں پر سے آگ برسائی جا رہی تھی۔ اس لحاظ سے جناب مسلمؑ کی مظلومیت بڑھی ہوئی تھی۔ ایک گڑھا کھودا جاتا ہے۔ آقا جنگ کرتے کرتے آگے بڑھتے ہیں۔ اسی میں پاؤں پڑا، گڑھے کے اندر گر گئے اور تیروں، تلواروں کی بارش کر دی گئی۔ آقا شدید زخمی ہو گئے۔ گرفتار ہو گئے۔ ابن زیاد کے دربار میں پہنچے۔ منہ پھیر لیا۔

کسی نے کہا کہ اے مسلمؑ! تو نے امیر کو سلام نہیں کیا؟

جناب مسلمؑ نے جواب دیا کہ میرا امیر سوائے حسینؑ کے اور کوئی نہیں۔

پیاس کی شدت ہے، کہا: کوئی ہے جو مجھے پانی پلا دے؟ پہلے انکار ہوا لیکن آخر میں کوئی پانی لے کر آیا۔ جناب نے پانی پینا چاہا کہ پانی میں خون شامل ہو جاتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے، پھینک دیتے ہیں۔ وہ دوبارہ پانی دیتا ہے، پھر خون شامل ہو جاتا ہے، پانی پھینکا اور فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ!

شاید میری قسمت میں آخری وقت میں پانی نہیں ہے۔

بس عزادارو!

جہاں پر امام حسینؑ منزل زبالہ پر تشریف فرما ہیں، جناب عباسؑ پہلو میں ہیں، امامؑ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، جناب عباسؑ نے گھبرا کر کہا:

اے آقاؑ! آپؑ کے چہرے کی رنگت کیوں تبدیل ہو رہی ہے؟

کہا: میں نگاہِ امامت سے کوفے کا منظر دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت مسلمؑ کو گرفتار کر کے، دارالامارہ کی چھت پر لایا گیا ہے۔ قاتل تلوار لیے سر پر کھڑا ہے۔ تلوار چلنے والی ہے۔

یہ سننا تھا کہ روایت کہتی ہے کہ جناب عباسؑ نے اپنی عبا کے دامن کو چیرا اور قدموں پہ سر رکھ کر کہا:

اے آقاؑ! جس نگاہِ امامت سے آپ کوفہ کا منظر دیکھ رہے ہیں اسی قوتِ امامت سے مجھے کوفہ پہنچا دیجیے۔ وعدہ کرتا ہوں کہ مسلمؑ کو بھی بچا لوں گا اور کوفہ کے محل پر آقاؑ کا پرچم نصب کرا لوں گا۔

اے آقاؑ! مجھے اجازت دیجیے، میں کوفہ جانا چاہتا ہوں۔

کہا: عباسؑ! ذرا منظر تو دیکھو، سامنے سے پردے ہٹے، جناب عباسؑ نے منظر دیکھا کہ قاتل کھڑا ہوا ہے مگر پاس میں رسولؐ بھی موجود ہیں، پہلو میں جناب عقیلؑ بھی موجود ہیں، جناب عقیلؑ رسولؐ سے کہہ رہے ہیں:

اے رسولؐ اللہ! کیا آپؐ میرے بیٹے سے راضی ہیں!!

❁❁❁

Presented by Ziaraat.Com

مجلس دوم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- ..... یہ مجلسیں جو ہیں، یہ ظلم کے خلاف احتجاج ہیں
- ..... کوئی بھی اعتراض ایسا نہیں ہے کہ جس کا جواب نہ ہو
- ..... جو عقیدے ہمارے ہیں جس سے ہم انکار نہیں کرتے ان کو غلط انداز سے پیش کیا جاتا ہے
- ..... جناب موسیٰؑ نے کہا تھا: پالنے والے، اس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے
- ..... مدد کر دینا دوستی کا ثبوت نہیں بن سکتا
- ..... سارے عقیدے رد ہو جائیں گے صرف اس قرآنی دلیل کے ذریعے سے
- ..... جو چیز موجود نہیں ہوتی ہے وہ بنائی جاتی ہے جو چیز پہلے سے موجود ہوتی ہے وہ بھیجی جاتی ہے

ذکر مصائب

- ..... مظلومیت کا قافلہ کربلا میں پہنچا
- ..... ابھی حسینؑ کا لاشہ پامال ہونا ہے
- ..... اس کو پامال نہ کرو یہ رسول کا نواسہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا○ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

موضوع انتہائی اہم ہے، آیت کریمہ جس کا انتخاب کیا ہے اس میں رسولؐ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کی شان، ان کی عظمت کا اعلان ہو رہا ہے:

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

''اے نبیؐ! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا''۔

وَّ مُبَشِّرًا بشارت دینے والا بنا کر بھیجا۔

وَّنَذِیْرًا عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ۔

آپؐ اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں مگر اللہ کے اذن سے، اللہ کی اجازت سے اور آپ کو سراج منیر بنایا، آپ کو روشن چراغ بنایا۔

یہ کربلا جو ہے، یہ مجلسیں جو ہیں، یہ ظلم کے خلاف احتجاج ہیں، اور کہیں بھی

Presented by Ziaraat.Com

دنیا میں ظلم ہو رہا ہو، امام حسینؑ کے ماننے والوں کا فریضہ ہے کہ اس ظلم کے خلاف آواز بلند کریں۔

چونکہ امام حسینؑ نے جو قربانی دی تھی وہ ظلم کے خلاف، ستم کے خلاف اور جو غیر انسانی حرکتیں ہو رہی تھیں ان کے خلاف تھی آج بھی آپ دیکھیں کہ بے انتہا ظلم، بے انتہا ستم ہو رہا ہے۔

میں نے جو کل آپ کے سامنے بیان کیا، بہت اہم موضوع ہے۔ کیوں کہ میں نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ آیت اللہ سیستانی نے ایک مؤسسہ بنایا ہے اور اس میں وہ کتابیں جمع ہو رہی ہیں کہ جو شیعیت کے خلاف لکھی گئی ہیں، اور ہمارے مذہب، ہمارے فرقہ، ہمارے عقائد کے خلاف جو کتابیں لکھی گئی ہیں اور اب تک جو جمع کی جا چکی ہیں وہ پانچ ہزار ہیں اور جو فہرست بندی کی گئی ہے اعتراضات کی، ان اعتراضات کی تعداد ہے سات ہزار۔

کوئی بھی اعتراض ایسا نہیں ہے کہ جس کا جواب نہ ہو۔

جب میں کافی عرصہ پہلے پاکستان کی سرزمین پر گیا تو جگہ جگہ دیواروں پر یہ نعرے لکھے گئے تھے کہ شیعہ کافر، شیعہ کافر، شیعہ کافر۔ پورے پاکستان میں نعرے لکھے گئے اور سب نوجوانوں کو بہکایا جاتا ہے کہ یہ تو وہ عقیدہ رکھتے ہیں یعنی یہ رسولؐ اللہ کی رسالت کے قائل نہیں ہیں، یہ تو حضرت علیؑ کو خدا مانتے ہیں، یہ تو حلول کے قائل ہیں، یہ تمام عقیدے منسوب کر دیے گئے۔

اور جو عقیدے ہمارے ہیں، جس سے ہم انکار نہیں کرتے ان کو غلط انداز سے پیش کیا جاتا ہے۔ دو چیزیں ہیں: ایک تو یہ کہ جو عقیدے نہیں ہیں وہ جوڑ دیئے گئے کہ حضرت علیؑ کو خدا مانتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

پچھلے سال میں نے کچھ باتوں کے جوابات دیئے تھے، مسلمانوں میں تفرقہ پھیلایا جاتا ہے۔ عرب میں مشہور ہے شیعوں کے لیے، یہ بات کہی جاتی ہے کہ جبرئیل امینؑ آئے تھے حضرت علیؑ کے پاس اور رسالت کا عہدہ ان کو ملنے والا تھا۔ جبرئیلؑ غلطی سے رسول اللہؐ کے پاس پہنچ گئے اور ان کو عہدہ رسالت دیا تھا۔ ان کو عہدۂ نبوت دیا تھا، ورنہ اصل حق دار حضرت علیؑ تھے۔ یہ عقیدہ ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ بات ہمارے لیے کہی جاتی ہے۔

عرب میں یہ بات مشہور کی گئی ہے، نماز کے بعد تین بار جب یہ ہاتھ کانوں تک بلند کرتے ہیں تو کہتے ہیں: یعنی جبرئیلؑ نے خیانت کی۔

کل میں نے کوشش کی تھی کہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات دینے کی کوشش کی تھی۔

ایک واقعہ ہے کہ جب عمرو ابن عبدود، دنیا کا اس زمانے میں بڑا پہلوان تھا وہ مولا علیؑ کے مقابلے میں آتا ہے تو مولا علیؑ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو جب بھی کسی کے مقابلے میں آتا ہے تو اگر وہ تین باتیں کہے تو ان میں کوئی ایک بات تو مان لیتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں صحیح سنا ہے۔

فرمایا: پہلی بات یہ ہے کہ مسلمان ہو جا۔

اس نے کہا: نہیں۔

تو پھر یہ بات کہی جاتی ہے کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے، ورنہ مار دیا جائے گا۔

اگر ایسا ہوتا اسلام میں تو جیسے ہی اس نے کہا تھا کہ میں مسلمان نہیں ہوتا تو

Presented by Ziaraat.Com

مولا کو چاہیے تھا کہ اس کو قتل کر دیتے، اسی وقت اس کا سر قلم کر دینا چاہیے تھا۔ آگے دوسرے سوال کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

مولا علیؑ نے دوسرا سوال کیا: اگر مسلمان نہیں ہو سکتے تو واپس پلٹ جاؤ۔ کیونکہ ہماری جنگ صرف اس سے ہے جو ہمارے سامنے تلوار لے کر آ جائے، جو حملہ کرے۔

واپس چلے جاؤ تمہارا حق حیات محفوظ ہے۔

ارے جسے اللہ نے زندہ رہنے کا حق ادا کر دیا ہے تو کسی مسلمان کو کیا ہے کہ اس کا حق چھین لے۔

مجھے اتنا بتایئے کہ اللہ کو کافروں کا وجود برداشت نہ ہوتا تو کیا کوئی رہ جاتا؟ سب کے سب ختم ہو جاتے، اللہ کے ایک اشارے پر۔

ایک واقعہ ہے کہ جب جناب موسیٰؑ نے کہا تھا: پالنے والے، اس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے، یہ اپنے کو خدا کہہ رہا ہے فرعون، یہ سرکش ہو رہا ہے، اپنی نعمتیں اس سے سلب فرما لے۔ پانی کو حکم دے دے کہ پیاس نہ بجھائے، غذا کو حکم دے کہ جسم کا جز نہ بنے، ہواؤں کو حکم دے کہ سانس بن کر داخل نہ ہو۔ ابھی خدائی کا بھرم کھل جائے گا۔

قدرت کی طرف سے جواب آیا تھا کہ اے موسیٰؑ! اگر تو اپنی بندگی بھول گیا ہے تو کیا میں اپنی خدائی بھول جاؤں۔ رب کی حیثیت سے ساری نعمتیں اسے ملتی رہیں گی.....(صلواۃ)

اس کا مطلب ہے، دشمنِ خدا ہے، خدا کے مقابلہ پر اپنے کو خدا کہہ رہا ہے، یعنی اللہ کی جگہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے کیونکہ خدائی کا دعویٰ ہے لیکن اس

Presented by Ziaraat.Com

کے باوجود بھی نعمتیں سلب نہیں ہوئیں۔ تو یہ ثبوت میں کبھی کوئی بات پیش نہ کی جائے کہ اگر کسی کی مدد ہو رہی ہو تو یہ سمجھو کہ بڑی دوستی تھی۔

مدد کر دینا دوستی کا ثبوت نہیں بن سکتا۔ ورنہ ابھی اللہ کی طرف سے ساری نعمتیں مل رہی ہیں فرعون کو، تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ اور فرعون میں بڑی دوستی تھی، مگر وہ تھا ربوبیت کا تقاضا، کہ چاہے دشمن ہی کیوں نہ ہو، چاہے جگہ پر قبضہ کرنے کی کوشش ہی کیوں نہ ہو، مگر میری طرف سے نعمتیں ملتی رہیں گی۔

تو وہ ربوبیت کا تقاضا تھا، اور یہ امامت کے تقاضے تھے تو تین جز ہیں جوابات کے، ایک جز تو وہ کہ جو دشمنانِ اسلام کہتے ہیں، ایک جز وہ کہ جو خود مسلمانوں کی طرف وہابیوں کی طرف سے، اور ایک جز یہ جو خاص شیعوں پہ اعتراض ہوتا ہے۔

تو اب وہ جز اسی آیت کے ذیل میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایک عجیب و غریب عقیدہ یہ ہے کہ جو شانِ رسالتؐ کے خلاف ہے، اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ رسول کو معاذ اللہ علم ہی نہ تھا کہ وہ رسولؐ بننے والے ہیں اور ایک دم سے جبرئیلؑ نازل ہوئے، تو جبرئیلؑ کو دیکھ کر اللہ کے رسولؐ گھبرا گئے تھے۔ خوف زدہ ہو گئے تھے اور اس کے بعد جبرئیلؑ نے کہا: اِقْرَاء پڑھیے۔

رسولؐ نے کہا کہ مجھے تو پڑھنا ہی نہیں آتا، میں پڑھوں تو کیسے پڑھوں؟ تو جبرئیلؑ نے دبایا اُن کو اور اس کے بعد کہا: پڑھیے۔ پھر رسولؐ نے کہا: مجھے پڑھنا نہیں آتا، تیسری مرتبہ پھر دبایا اور اس کے بعد کہا: پڑھیے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ (سورۂ علق، آیت: ۱-۲)

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد یہ حدیث ہے کہ رسولؐ کے سینے کا آپریشن ہوا، جبرئیلؑ نے دل نکالا اور اس کو دھویا، صاف کیا، اس کے بعد دوبارہ پھر وہ دل اندر رکھا، پھر ٹانکے لگائے، اس کے بعد عہدہ نبوت ملا۔

کیسے یہ حدیثیں آ گئیں جو شانِ رسالتؐ کے خلاف ہیں، کیسے قبول کر لی گئیں یہ حدیثیں، جو شانِ رسالتؐ کے خلاف ہیں۔

چونکہ ہمارا نبیؐ وہ ہے جو سردار انبیاءؑ ہے، ہمارا نبیؐ وہ ہے جو سردار مرسلین ہے۔ جب ان کی محبت کا اقرار کیا ہے انبیاءؑ نے تو ان کو نبوت ملی۔ جب ان کی رسالت کا اقرار کیا ہے تو رسالت ملی۔ جب ان کی محبت کا اقرار کیا ہے تو خلعتِ نبوت ملی۔ کسی نبیؑ کے لیے ہمیں نہیں ملا کہ نبوت ملنے سے پہلے ان کے دل کا آپریشن کیا گیا ہو، اور دل کو دھویا گیا، یعنی اس سے پہلے جتنے بھی انبیاءؑ ہیں، ان کا بغیر دل کے پاک کیے ہوئے نبوت مل گئی اور جو خاتم النبیینؐ ہے ان کو نبوت نہیں ملی جب تک دل کو دھویا نہیں گیا۔ جب تک کہ اس کی خرابیاں نہیں دُور کی گئیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے جو انبیاءؑ تھے ان کا دل پہلے سے پاک و صاف تھا، لہٰذا صفائی کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن معاذ اللہ چونکہ اس دل میں پہلے سے گندگیاں موجود تھیں، خرابیاں موجود تھیں، لہٰذا اللہ کو ضرورت پڑی کہ اس دل کو پہلے صاف کرے اور پھر عہدہ نبوت دے۔

تو مجھے یہ بتاؤ جتنے بھی نبیؑ ہیں وہ سب اس نبیؐ کے اُمتی ہیں۔ تو اُمتی ہیں ان کا درجہ بڑھ گیا اور جو سردار ہے اس کا درجہ گھٹ گیا۔ تو کیا کسی سچے رسول کو چاہنے والے کو یہ بات قبول ہوگی؟

حقیقت یہ ہے اسی لیے میں نے اس آیت کو عنوان بنایا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ○
وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

قرآن اعلان کر رہا ہے کہ اے نبیؐ! ہم نے آپ کو بھیجا۔

سارے عقیدے رد ہو جائیں گے صرف اس قرآنی دلیل کے ذریعے سے۔

اگر رسولؐ اللہ کو ماننا ہے تو ان حدیثوں کے ذریعہ سے نہ مانئے۔

یا قرآن صامت کے ذریعے سے مانیے یا قرآن ناطق کے ذریعے سے مانیے۔ تب مرتبہ رسالت صحیح معنوں میں سمجھ میں آئے گا۔

پورے قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی ہمارے نبیؐ کے لیے جو لفظ آیا ہے یا لفظ بَعَثَ آیا ہے یا لفظ اَرسَلَ آیا ہے یا لفظ جَاءَ آیا ہے دوسرے انبیاءؑ کے لیے ہمیں لفظ جَعَلَ قرآن میں ملے گا۔ مگر ہمارے اس آخری نبیؐ کے لیے پورے قرآن مجید میں کہیں لفظ جَعَلَ نہیں ہے یا لفظ بَعَثَ ہے یا لفظ اَرسَلَ ہے یا لفظ جَاءَ ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورۂ جمعہ:۲)

لفظ بَعَثَ استعمال ہو رہا ہے یا لفظ جَاءَ قرآن میں آیا ہے۔

جناب آدمؑ کے لیے: اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (سورۂ بقرہ:۳۰)

"میں تمہیں زمین پر خلیفہ بنا رہا ہوں"۔

جناب ابراہیمؑ کے لیے: اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (سورۂ بقرہ:۱۲۴)

جناب داؤدؑ کے لیے: اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ (سورہ ص:۲۶)

"اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں خلیفہ اپنا بنایا"۔

جب جناب عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی ہے اور یہودیوں نے اعتراض کیا جناب

Presented by Ziaraat.Com

مریمؑ پہ کہ یہ بچہ تمہاری گود میں کیسے آ گیا؟

جناب مریمؑ نے اشارہ کیا اس بچے سے پوچھ لو۔

جناب عیسیٰؑ نے جواب دیا: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا

(سورۂ مریم: ۳۰)

اس سے بہتر ثبوت کیوں ہوں گے قرآنی۔

جناب عیسیٰؑ کہہ رہے ہیں کہ مجھے نبیؐ نے بنایا۔ جَعَلَ کا لفظ استعمال ہو رہا ہے۔ لیکن ہمارے اس آخری رسولؐ کے لیے، پوری قرآن مجید میں کہیں لفظ جَعَلَ نہیں استعمال کیا گیا۔

یا لفظ بَعَثَ ہے یا لفظ اَرسَلَ ہے یا لفظ جَاءَ ہے۔

جَعَلَ کے معنی بنانا، اَرسَلَ کے معنی بھیجنا، بَعَثَ کے معنی بھیجنا، جَاءَ کے معنی کہیں سے آنا۔

جو چیز موجود نہیں ہوتی ہے وہ بنائی جاتی ہے۔ جو چیز پہلے سے موجود ہوتی ہے وہ بھیجی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے سارے انبیاءؑ جب دنیا میں آئے تو نبوت ملی ان کو، رسالت ملی ان کو، اسی لیے لفظ بھیجنا ہے، لیکن ہمارے رسولؐ کے لیے لفظ اَرسَلَ ہے اور بَعَثَ ہے۔

یعنی کسی بارگاہ میں بحیثیت رسولؐ پہلے سے موجود تھے، جہاں سے بھیجے جا رہے ہیں۔ بس اب یہ کہنا کہ نبوت چالیس برس کے بعد ملی، بلکہ جب سے ہیں تب سے نبیؐ ہیں تو وہ دوسرے انبیاءؑ ہیں جو پیدا ہو کر نبیؐ بنتے ہیں مگر یہ وہ ہیں جو نبیؐ بن کر پیدا ہوئے۔

اگر نبیؐ کو سمجھنا ہے تو اس پیغام کے ذریعہ سے سمجھئے، جو وہ لے کر آیا ہے، یا

Presented by Ziaraat.Com

جگر کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے کیجیے۔ جن میں صلاحیت نہ کسی چیز کے بتانے کی، اس سے پوچھی نہیں جاتی یہ بات۔ جیسا ناک میں سونگھنے کی صلاحیت ہے، کان میں سننے کی صلاحیت ہے، آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت ہے، زبان میں چکھنے کی صلاحیت ہے اور ہاتھوں میں لمس کرنے کی صلاحیت ہے۔ یہ الگ الگ صلاحیتیں ہیں جو بٹی ہوئی صلاحیتیں ہیں، لہٰذا جس میں جو صلاحیت و استعداد ہے، اس سے سوال ہوتا ہے۔

فرض کیجیے کہ کان کے اُوپر میں اپنا رومال رکھوں اور کان سے پوچھوں کہ رنگ کیا ہے اس کا، تو کیا رومال بتا دے گا، کیونکہ اس میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے، اس میں استعداد ہی نہیں ہے کہ وہ بتا سکے۔

اسی طرح سے ناک کی صلاحیت ہے کہ وہ سونگھے، اب ناک پر چائے کی پیالی میں رکھ کر کہوں کہ مجھے بتاؤ کہ اس میں شکر ہے یا نہیں۔ تو ناک جواب نہیں دے سکتی کیونکہ اس میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے۔

اس کا اگر سوال کرنا ہے تو زبان سے سوال کرنا ہوگا کیونکہ زبان میں یہ صلاحیت ہے۔ کسی کو خوشبو یا بدبو، معلوم کرنا ہے تو ناک کے ذریعہ سے معلوم کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس میں جو صلاحیت اللہ نے دی ہے اسی سے وہ سوال ہونا چاہیے۔ تو اگر رسولؐ کے بارے میں پوچھنا ہے تو ان سے نہ پوچھو جو رسولؐ سے الگ ہیں، بلکہ سوال ان سے کرو، جو رسالت کا جزو ہیں کہ جن کے لیے رسولؐ نے سند دے دی۔

عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ ، فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِنِّی

حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ ، حَسَنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ

Presented by Ziaraat.Com

ارے جن کو منبیت کی سند مل رہی ہے وہی بتائیں گے کہ اس رسول کا مرتبہ کیا ہے......(صلواۃ)

تو ہمارا جو عقیدہ ہے وہ یہ کہ کائنات سے پہلے بھی تھے۔ جب کائنات میں کچھ نہ تھا جب کسی چیز کا دجود نہ تھا، تب بھی تھے اور جب تک یہ کائنات رہے گی، وہ رہیں گے۔

ذکرِ مصائب

انھی نے اپنی قربانیاں پیش کیں، سب کچھ اپنا قربان کر دیا، مگر اسلام پر آنچ نہیں آنے دی۔ اپنا سب کچھ لٹا کر، دین اسلام کی حفاظت کی، اس کا بہترین نمونہ کربلا ہے کہ جہاں آقا حسینؑ نے سب کچھ لٹا دیا۔

آج دو محرم ہے اور آج ہی یہ مظلومیت کا قافلہ کربلا میں پہنچا۔ آقا کوفے کا رُخ کرنا چاہتے تھے لیکن درمیان میں حُرؓ کا لشکر حائل ہوگیا۔ جس وقت حُرؓ سے ملاقات ہوئی تو ایک ہزار کا لشکر تھا، مگر سب پیاسے تھے اور جب مولاؑ نے دیکھا کہ پیاسے ہیں تو حُرؓ نے کچھ کہنا چاہا۔

امامؑ نے فرمایا کہ بات بعد میں کرنا پہلے پانی پی لو۔

اُدھر ایک ہزار کا دستہ تھا اور اِدھر ۷۲ لوگ تھے۔ انہوں نے روکنے کی کوشش کی اور روکتے روکتے کربلا آ گیا۔

گھوڑے کے قدم تھے۔ روایت میں ہے کہ سات گھوڑے تبدیل کیے امامؑ نے، مگر کوئی گھوڑا آگے نہیں بڑھا۔ امامؑ نے پوچھا کہ اس زمین کو کہتے کیا ہیں؟ اس زمین کا نام کیا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

مختلف نام بتائے گئے، کسی نے کہا: نینوٰی ہے، کسی نے کہا: حاضریہ ہے، کسی نے کہا: شطِ فرات ہے۔ فرمایا: کوئی اور نام بھی ہے؟

ایک شخص آگے بڑھ کر کہتا ہے مولا! اس زمین کو کربلا بھی کہتے ہیں۔

مولا نے نوحہ پڑھا، ہاں یہ وہ زمین ہے کہ جہاں ہمارے خیمے نصب ہوں گے۔ یہی وہ زمین ہے جہاں ہمارے خون بہائے جائیں گے۔ یہی وہ زمین ہے جہاں ہمارے لاشے پامال ہوں گے۔ یہی وہ زمین ہے جہاں خیموں میں آگ لگا دی جائے گی اور ہمارے اہلِ حرم اسیر ہوں گے۔

کس کی ملکیت ہے یہ؟

کہا: بنی اسد مالک ہیں۔ کہا: ان کو بلا لاؤ۔ بنی اسد آتے ہیں۔ آقا! کیا بات ہے۔ فرمایا: ہم یہ زمین خریدنا چاہتے ہیں۔ زمین کی قیمت ادا کی اور کہا: اے بنی اسد! یہ زمین ہم تمہارے حوالے کرتے ہیں مگر کچھ شرطوں کے ساتھ۔

دیکھو! اس زمین پر ہمیں قتل کیا جائے گا، ہماری لاشیں پامال کر دی جائیں گی مگر میری وصیت ہے جب ہماری لاشیں یہاں تمہیں نظر آئیں تو ہماری بے کفن لاشوں کو کفن دے دینا اور ہمیں دفن کر دینا۔ اس کے بعد عورتوں کو بلاتے ہیں۔ فرمایا: اگر تمہارے مرد، یزید سے ڈر جائیں تو ان کو غیرت دلانا، ان سے کہنا کہ تو اسۂ رسولؐ کا لاشہ ہے، بے کفن پڑا ہوا ہے تم گھر پہ بیٹھے ہوئے ہو۔

اس کے بعد چھوٹے چھوٹے بچوں کو بلایا، اگر تمہارے ماں باپ یزید کے خوف سے ہمیں دفن نہ کریں تو کھیلتے ہوئے آنا اور ایک ایک مٹھی خاک ہماری لاشوں پر ڈال دینا۔

ایک روایت میں ہے کہ تین دن تک لاشے بے گور و کفن پڑے رہے اور

Presented by Ziaraat.Com

دوسری روایت میں ہے کہ چالیس دن تک یہ لاشے کربلا کے میدان میں پڑے رہے۔

بلکہ روایت کہتی ہے کہ جب جناب زینبؑ اس غیب میں تشریف لاتی ہیں کہ جہاں حسینؑ کا بے کفن لاشہ پڑا ہوا دیکھا تو جناب فضہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ شہزادی زینبؑ کا چہرہ زرد ہوگیا۔ جناب فضہ نے پوچھا تو بتایا: اے فضہ! کیا آپ نے کوئی آواز نہیں سنی، کوئی منادی آواز دے رہا تھا: اے سوارو! ابھی گھوڑوں سے نہ اُترنا، ابھی حسینؑ کا لاشہ پامال ہونا ہے۔

تاریخ کہتی ہے کہ ایک ایک لاش پامالی کے لیے رکھی جاتی تھی تو یزید کے لشکر سے نکل کر کوئی کہتا تھا کہ اس سے ہماری دُور کی رشتہ داری ہے، ہماری غیرت نہیں گوارا کرتی کہ ان کی لاش ہمارے سامنے پامال ہو، تو لاش ہٹ جاتی تھی۔

دوسری لاش رکھی جاتی تھی۔ کوئی یزید کے لشکر سے نکل کر کہتا تھا: یہ ہمارے قبیلے کی لاش ہے، ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ ان کی لاش پامال ہو، اس کے سوال پر لاش ہٹ جاتی تھی۔

تاریخ کہتی ہے کہ سب لاشیں ایک ایک کر کے ہٹ گئیں۔ صرف ایک لاش میدان میں پڑی تھی، کوئی نہیں آگے بڑھ کر کہہ رہا تھا کہ اس کو پامال نہ کرو، یہ رسولؐ کا نواسہ ہے۔

اِدھر کے گھوڑے اُدھر اور اُدھر کے گھوڑے اِدھر۔

امامِ زمانہؑ نے فریاد کی: میرا سلام ہو میرے جد حسینؑ پر کہ گھوڑوں کی ٹاپوں نے میرے جد کو پامال کیا۔ تو دائیں پسلیاں ٹوٹ کر بائیں طرف آ گئیں۔

***

Presented by Ziaraat.Com

مجلس سوم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- ..... ہر ایک کو اپنا مسلک اختیار کرنے کا حق حاصل ہے
- ..... پہلے یہ بتاؤ کہ میرا کردار کیسا ہے؟
- ..... شفاعت کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے
- ..... جب کوئی سخت وقت آجاتا تھا تو مشرک کو بھی اللہ یاد آتا تھا
- ..... یہ مسلمان ایسے ہیں کہ مصیبتوں میں بھی غیر اللہ کو پکارتے ہیں
- ..... اے رسولؐ! آپؐ شفاعت کر سکتے ہیں!
- ..... یہ کون سا مذہب ہے اور کون سا دین ہے؟
- ..... اصل قرآن تو خود رسولؐ ہیں
- ..... یا رسولؐ اللہ! کہہ کر آواز نہ دو
- ..... یہی سلام خود بتا رہا ہے کہ دیکھو!
- ..... یہ محبوب اتنا پیارا ہے اللہ کو
- ..... چادر جسم کا جز نہیں، کملی جسم کا جز نہیں

ذکر مصائب

- ..... جناب جونؑ کی شہادت

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیۡرًا ﴿۴۶﴾ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

موضوع جو میں نے اس سال منتخب کیا ہے وہ پچھلے سال کا تسلسل ہے۔ کیونکہ کچھ اعتراضات وہ ہیں جو اسلام پر ہوتے ہیں دشمنانِ اسلام کی طرف سے۔ کچھ اعتراضات وہ ہیں جو تمام خوش عقیدہ مسلمانوں پر ہوتے ہیں اور ایک مسلک ہے۔

بہر حال ــــــ!

ہر ایک کو اپنا مسلک اختیار کرنے کا حق حاصل ہے لیکن جب ہر ایک کو اپنا مسلک اختیار کرنے کا حق حاصل ہے تو ہمیں بھی دفاع کا حق حاصل ہے کہ اگر ہم پر کوئی اعتراض کیا جائے تو ہمارا یہ بنیادی حق ہے کہ ہم دلائل کے ذریعے سے اس کا جواب پیش کریں۔

کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا کوئی بچہ یا جوان اس اعتراض سے متاثر ہو جائے۔

Presented by Ziaraat.Com

آپ دیکھیں کہ فروع دین میں تقلید ہے لیکن عقائد میں تقلید نہیں ہے۔ اصول دین میں تقلید نہیں ہے، اس کے لیے حکم ہے کہ پہلے سمجھو، پھر مانو۔

لہٰذا عقائد کے سلسلہ میں دلیلیں ہوتی ہیں۔ زیادہ تر اعتراضات مسلک وہابیوں کی طرف سے ہیں اور ان کا فتویٰ یہ ہے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں اگر نہیں مانا اس کو جو ہمارے عقائد ہیں، ان کو اگر نہیں مانا تو چاہے اللہ کو مانتا ہو، چاہے رسول کو مانتا ہو، چاہے کلمہ کیوں نہ پڑھ رہا ہو، چاہے قرآن کو کیوں نہ مان رہا ہو، تو وہ مشرک ہے اور اس کا قتل واجب ہے۔

تو جب یہ فتویٰ ہو جائے کہ قتل واجب ہے تو پھر ہم کو دفاع کا حق نہیں ہے؟ ہم بتائیں کہ ہمارے جتنے بھی عقائد ہیں وہ سارے قرآن مجید اور احادیث رسولؐ سے ثابت ہیں۔ وہی حق ہے جو ہم ان مجالس کے ذریعہ سے کرتے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ یہ کہا جاتا ہے کہ تلوار کے زور سے پھیلا اسلام۔

جب رسولؐ اللہ نے اعلان بعثت کیا ہے، رسولؐ اللہ ایک بلندی پر تشریف لے جاتے ہیں۔ سامنے جو مجمع ہے وہ کافروں اور مشرکوں کا ہے، سامنے سارے وہ ہیں جو کافر اور مشرک ہیں اور آپؐ یہ فرماتے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ میرا کردار تمہاری نگاہوں میں کیسا ہے؟ ابھی اعلان نہیں کیا کہ میں نبیؐ ہوں، نہیں کہا کہ رسولؐ ہوں۔

پہلے جملے یہ ہیں کہ یہ بتاؤ کہ میرا کردار تمہاری نظروں میں کیسا ہے؟ میرا اخلاق تمہاری نظروں میں کیسا ہے؟ میں تمہاری نگاہوں میں کیسا ہوں۔

سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ اخلاق میں آپ سے بہتر ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ سے سچا کوئی نہیں۔ آپ سے زیادہ با اخلاق کوئی نہیں۔ آپ سے زیادہ با کردار کوئی نہیں۔ آپ سے زیادہ امانت دار کوئی نہیں۔ ابھی نہیں کہا کہ میں رسولؐ ہوں،

Presented by Ziaraat.Com

میں پیغمبرؐ ہوں، میں نبیؐ ہوں۔

پہلے یہ بتاؤ کہ میرا کردار کیسا ہے؟ یعنی اپنے اخلاق کا کلمہ پہلے پڑھوایا، نبوت اور رسالت کا کلمہ بعد میں پڑھوایا۔

نبوت کے زور کے اُوپر اپنے کردار کو نہیں منوایا بلکہ اپنے کردار کے زور سے اپنی نبوت کو منوایا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر میں یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے کوئی لشکر ہے، جو تم پر حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم یقین کرو گے؟

سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ نے اگر کہہ دیا کہ اس پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے جو ہم پر حملہ کرنے والا ہے تو ہم یقین کریں گے کیونکہ آپ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا، لہٰذا یقین کر لیں گے کہ پیچھے لشکر ہے، کیونکہ آپ کہہ رہے ہیں کہ ہے۔

رسولؐ نے فرمایا کہ میں تو کہہ رہا ہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے، لیکن تم میں سے اگر کوئی پہاڑ کے پیچھے چلا جائے اور لشکر نظر نہ آئے تو پھر یہ بتاؤ کہ تم کیا کہو گے؟

سب نے کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی پہاڑ کے پیچھے چلا جائے اور اس کو وہ لشکر نظر نہ آئے، پھر بھی ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھیں گے کیونکہ آپ نے کہہ دیا کہ ہے، تو پھر ہے۔ چاہے ہمیں دکھائی نہ دے رہا ہو، چاہے ہمیں نظر نہ آ رہا ہو۔ یہ کافر کہہ رہے ہیں اب سمجھ میں نہیں آتا کہ حدیث رسولؐ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ:

"میرا آخری نائب ہے، شکل وصورت بھی بتائی جا رہی ہے، نام بھی بتایا جا رہا ہے، سلسلۂ نسب بھی بتایا جا رہا ہے، صفاتِ کمال بھی بتائے جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ جب تک دیکھیں گے نہیں، مانیں گے نہیں..... (صلواۃ)

Presented by Ziaraat.Com

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ شفاعت کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے، کہ کوئی شفیع بن سکے۔ میدانِ حشر میں کوئی تمہارے گناہوں کو معاف کروا سکے، جو کر دیا وہ بھگتنا ہوگا، کوئی گناہ معاف نہیں ہوگا میدانِ حشر میں، اور نہ کسی کو معاف کروانے کا حق ہوگا، اسی کو شفاعت کہتے ہیں۔

شفاعت کا اگر کوئی قائل ہے، یہ بھی فتویٰ ہے۔ "کشف الشبہات" نام کی ایک کتاب ہے کہ جو وہابیوں کی بنیاد ہے، اس میں موجود ہے۔ اس میں فتویٰ ہے کہ اگر کوئی رسولؐ اللہ کو یہ مانے کہ وہ میدانِ حشر میں شفاعت کریں گے، سفارش کریں گے، تو وہ کافر و مشرک ہے۔ اگر کوئی یا رسولؐ اللہ کہہ کر پکار لے اور یہ سمجھ لے کہ وہ مدد کر سکتے ہیں۔ اگر وہ یہ سمجھ لے کہ وہ میدانِ قیامت میں کام آ سکتے ہیں۔ اگر وہ یہ عقیدہ رکھ لیں کہ وہ میدانِ قیامت میں ہمارے گناہوں کو معاف کروا سکتے ہیں، اللہ کی طرف سے۔ تو وہ مشرک ہے، کافر ہے، اس کا قتل واجب ہے۔

یہ فتویٰ سارے مسلمانوں کے خلاف ہے، صرف شیعیت کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ سارے مسلمان یا رسولؐ اللہ کہہ کر پکارتے ہیں، سارے مسلمان رسولؐ اللہ کو شفیع محشر، شافعِ محشر، شفیع المذنبین، ابھی خطبہ میں میں نے کہا: شفیع المذنبین محمدؐ، کسی بندے کو، کسی مخلوق کو شفاعت حق حاصل نہیں۔ اور اس کے بعد اس میں یہ تحریر کہ یہ مشرکوں سے بدتر ہے۔

پہلی بات تو یہ کہی کہ قرآن کہہ رہا ہے کہ اس زمانے کے جو مشرک تھے، جب امن کے حالات ہوتے تھے تو اپنے بتوں کو آواز دیتے تھے، لیکن جب کوئی سخت وقت آ جاتا تھا تو مشرکوں کو بھی اللہ یاد آتا تھا۔

قرآن مجید کی مثال دی ہے انھوں نے "کشف الشبہات" میں کہ رسولؐ کے

Presented by Ziaraat.Com

زمانے کے جو مشرک تھے، امن کے حالات میں اپنے بتوں کو یاد رکھتے تھے اور اگر طوفان میں پھنس جاتے تھے۔ ادھر ان کی کشتی کسی بھنور میں پھنس جاتی تھی تو اس وقت وہ اپنے بتوں کو بھول جاتے تھے۔ اس وقت ان کو اللہ یاد آتا تھا۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرک اس زمانے کے وہ تھے، جو مصیبتوں میں اللہ کو یاد کرتے تھے، مگر یہ مسلمان ایسے ہیں کہ مصیبتوں میں بھی غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔

یا رسولؐ اللہ، یا علیؑ مدد، یا رسولؐ اللہ مدد تو ان کا مطلب یہ ہے ان مشرکوں سے بدتر ہیں یہ، کتنی سخت بات ہے۔

اور دوسری چیز یہ بتائی گئی کہ وہ یہ کہ سورج کی پرستش، سورج فائدہ تو پہنچاتا ہے، درختوں کی پرستش درخت فائدہ تو پہنچاتے ہیں۔ سورج کی جو پرستش ہے وہ شرک ہے مگر وہ فائدہ تو پہنچا رہا ہے۔ درختوں کی پرستش شرک ہے مگر درخت فائدہ تو پہنچاتا ہے۔ تو یہ جو مشرک جن چیزوں کی پرستش کر رہے ہیں اگرچہ شرک ہے مگر پھر بھی فائدہ مند تو ہیں وہ۔ سورج روشنی دے رہا ہے، چاند روشنی دے رہا ہے، ستاروں کے ذریعہ سے ہمیں راستے معلوم ہو رہے ہیں، اسی طرح سے درخت جو وہ پھل دے رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

مگر یہ جن لوگوں کی پرستش کرتے ہیں وہ تو مر چکے ہیں، جن کا کوئی فائدہ نہیں، لہٰذا یہ مشرکوں سے بدتر ہیں۔

یہ ہیں فتوے، لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ان کی رد پیش کریں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ شفاعت کا حق تو قرآن نے دیا ہے مگر یہ حق بغیر خود سے کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے قدرت نے بار بار یہ فرمایا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (سورۂ بقرہ: ۲۵۵)

"کوئی شفاعت نہیں کرسکتا میدانِ حشر میں، مگر وہ کہ جس کو اللہ کی طرف سے اجازت ہو"۔

تو جب خود قرآن کہہ رہا ہے کہ جس کو اللہ اجازت دے گا وہ شفاعت کرسکتا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ کوئی شفاعت نہیں کرسکتا۔ تو خود آپ کا عقیدہ مخالفِ قرآن ہے۔

اٹھائیس آیات قرآنِ مجید میں ایسی موجود ہیں کہ جن میں حقِ شفاعت دیا گیا ہے۔ ارے! کوئی ایک آیت اُتر آئے کسی مسئلہ میں تو مسلمان پر واجب ہوتا ہے وہ عقیدہ رکھنا، جس مسئلے پر اٹھائیس آیات ہوں، اس مسئلے سے انکار ہوتا ہے۔

اور پھر اس کی بھی بنیاد بتائی گئی۔ اب انکار تو ہو نہیں سکتا چونکہ حدیثیں موجود ہیں، انکار نہیں ہوسکتا حقِ شفاعت سے چونکہ قرآن نے حق دیا ہے۔

تو اب یہاں پر پھر اسی کتاب کشف الشبہات میں یہ بات موجود ہے کہ رسول کو حق حاصل ہے کہ شفاعت کریں۔ چونکہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ حق دیا گیا، صحیح مسلم میں موجود ہے کہ حق دیا گیا، مسند احمد ابن حنبل میں موجود ہے کہ حق دیا گیا۔ رسول کو حقِ شفاعت حاصل ہے مگر ہمیں وہ حق شفاعت مانگنے سے منع کیا گیا ہے۔

اے رسول! آپ شفاعت کرسکتے ہیں، گناہگاروں کو بخشوا سکتے ہیں اور مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ دیکھو ان سے شفاعت نہ مانگنا۔

یہ تو عجیب بات ہوگئی کہ حق دیا بھی گیا، سامنے دسترخوان بچھا ہو، مختلف اقسام کی نعمتیں اور سب کو دعوتِ عام ہے کہ جس کا دل چاہے آ کے کھائے مگر چکھے گا نہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

لوگ کہیں گے پھر آپ نے دسترخوان بچھایا ہی کیوں وہاں، پھر لوگوں کو دعوت ہی کیوں دی۔ جب آپ مجھنے سے روک رہے ہیں۔ ایک طرف تو یہ کہا جا رہا ہے کہ حق شفاعت ہے رسول کو، دوسری طرف یہ کہ اللہ نے منع کیا ہے کہ اس سے شفاعت مانگنا نہیں۔ کہا گیا کہ سب کچھ اللہ پہ چھوڑ دو، کسی غیر اللہ کو وسیلہ نہ بناؤ، کسی مخلوق کو وسیلہ نہ بناؤ۔ تو اگر غیر اللہ کو ہم وسیلہ نہیں بنا سکتے تو پھر یہ ڈاکٹروں کے سارے ہسپتال بند کر دیجیے، کیا ڈاکٹر شفاء دیتے ہیں؟

بلکہ ڈاکٹر دوا تجویز کرتا ہے اور شفاء دینے والا اللہ ہے، جب شفاء دینے والا اللہ ہے تو ڈاکٹر کے پاس کیوں جا رہے ہیں۔ پھر آپ دوا کو کیوں استعمال کر رہے ہیں؟

ادھر مریض ہو اور بغیر کسی ڈاکٹر کے براہ راست اللہ سے شفاء طلب کیجیے تو وہاں سے ندا آئے گی کہ دیکھو شفاء ہم دیتے ہیں مگر ہم نے شفاء کے وسیلے معین کیے ہیں۔ اگر شفاء حاصل کرنا ہے تو ڈاکٹر کے پاس تمہیں جانا پڑے گا، دوا کو استعمال کرنا پڑے گا کیونکہ یہ وسیلے ہیں شفاء کے۔

تو جس طرح شفاء کا وسیلہ ڈاکٹروں کو بنایا، جس طرح شفاء کے لیے وسیلہ دوا کو بنایا اسی طرح سے میدانِ حشر میں گناہوں کی شفاعت کے لیے وسیلہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو بنایا۔

جب آپ حج کے اوپر جائیں گے تو آپ کو وہاں سے رسالے ملیں گے، کتابیں ملیں گی کہ جن میں یہ فتوے ہوں گے کہ دیکھئے مدینہ جایئے گا مگر تفریح کی نیت سے جا سکتے ہیں، سیر کے لیے جا سکتے ہیں، گھومنے کے لیے چلے جایئے مگر روضۂ رسولؐ کی آخر زیارت کے لیے اگر نیت کی تو آپ مشرک ہو جائیں گے اور ضریح کو

Presented by Ziaraat.Com

چومے گا نہیں، یہ بدعت ہے، طواف نہ کیجیے گا ضریح کا، رسولؐ خدا کی ضریح کا طواف شرک ہے۔

یہ کون سا مذہب ہے اور کون سا دین ہے؟

بہت مشہور عالم ہمارے علامہ شرف الدین موسوی کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ وہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ جب شرف الدین موسوی ملاقات کے لیے گئے، تو ان کے پاس ایک قرآن مجید تھا کہ جس کی جلد ہرن کے کھال کی تھی اور انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا کہ یہ قرآن مجید ہے۔ جیسے ہی قرآن مجید پیش کیا ویسے ہی بادشاہ سلامت نے اس قرآن کو بوسہ دیا۔

اب علامہ شرف الدین کو موقع مل گیا۔ کہا: بادشاہ سلامت! آپ نے یہ کیا کیا؟ بادشاہ نے کہا کہ میں نے قرآن کو بوسہ دیا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ تو شرک ہو گیا یہ تو بدعت ہو گئی۔ بادشاہ نے کہا: شرک و بدعت کیسا؟ میں نے تو قرآن مجید کو بوسہ دیا۔ کہا: آپ نے قرآن مجید کو بوسہ نہیں دیا، آپ نے ہرن کی کھال کی جو جلد تھی آپ نے اس کو بوسہ دیا، آپ نے قرآن کو تو بوسہ نہیں دیا۔

بادشاہ نے کہا کہ اس کو بوسہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو بوسہ دیا کیونکہ اس کے اندر قرآن ہے۔ میں نے جلد کو بوسہ دیا ہے مگر اس نیت کے ساتھ بوسہ دیا ہے کہ اس کے اندر قرآن ہے۔ لہٰذا جلد کو یہ بوسہ نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید کو یہ بوسہ ہوا۔ اور اب تمام علماء سے پوچھا کہ میں نے یہ صحیح کیا یا غلط؟ اب سارے درباری علماء تھے، کیسے کہتے کہ بادشاہ نے غلط کر دیا۔ سب نے کہا کہ آپ نے بالکل صحیح کیا۔ جو آپ نے جلد کو بوسہ دیا ہے، یہ جلد کو بوسہ نہیں ہے بلکہ اس کے اندر جو قرآن ہے، یہ اس کو بوسہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تو کہا: جب جلد کو بوسہ دینا قرآن کا بوسہ ہے تو ضریح رسول کو جو بوسہ دے رہا ہے اس کے اندر حقیقی قرآن موجود ہے..... (صلواۃ)

اصل قرآن تو خود رسولؐ ہیں، جن کے قلب کے اُوپر پورا قرآن نازل ہوا تو ان کی ضریح کو بوسہ دینا کب شرک ہو جائے گا۔ ان کی قبر کو بوسہ دینا کب شرک ہو جائے گا..... (صلواۃ)

یا رسولؐ اللہ کہہ کر آواز نہ دو، چونکہ جو مر چکے ہیں، یہی جملے ہیں، ٹی وی پر بھی آپ نے سنے ہوں گے۔ جس پر تمام مسلمانوں میں ہنگامہ ہوا اور تم مٹی کو پکار رہے ہو، تم مٹی کو آواز دے رہے ہو، وہ تو مٹی میں مل چکے ہیں۔ جس طرح ہم مر کر مٹی میں مل جاتے ہیں اسی طرح رسول بھی مر چکے اور ان کا جسم مٹی میں مل گیا (معاذ اللہ)

آیئے قرآن مجید سے مدد لیں، اعلان ہو رہا ہے:

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ○ (سورۂ صافات، آیت ۷۹)

"اللہ سلام کہہ رہا ہے، میرا سلام ہو نوحؑ پر"۔

سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ○ (سورۂ صافات، آیت ۱۰۹)

"میرا سلام ہو ابراہیمؑ پر"

سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ○ (سورۂ صافات، آیت ۱۲۰)

"میرا سلام ہو موسیٰؑ اور ہارونؑ پر"

اللہ سلام کر رہا ہے جناب نوحؑ کے اُوپر، جناب ابراہیمؑ کے اُوپر، جناب موسیٰؑ کے اُوپر، جناب عیسیٰؑ کے اُوپر۔

یہ سلام کب ہے؟ یہ سلام ہے نزولِ قرآن کے وقت جب کہ جناب نوحؑ کو دنیا سے رخصت ہوئے چھ ہزار سال ہو چکے۔ اس کے باوجود قرآن، نوحؑ پر سلام کر

Presented by Ziaraat.Com

رہا ہے، ابراہیمؑ پر سلام کر رہا ہے، موسیٰؑ پر سلام کر رہا ہے، عیسیٰؑ پر سلام کر رہا ہے تو اگر یہ نبیؑ جتنے بھی تھے، مٹی میں مل گئے اور سوائے مٹی کے اب کچھ نہیں، تو چھ ہزار سال بعد قرآن نوحؑ پر سلام کیوں کر رہا ہے، تو کیا اللہ مٹی کو سلام کر رہا ہے؟ کیا اللہ مُردوں کو سلام کر رہا ہے؟

یہی سلام خود بتا رہا ہے کہ دیکھو! ایسا عقیدہ نہ رکھنا، کہ ہمارے نبیؑ مل کر مٹی میں مل جایا کرتے ہیں جو اُمتی ہیں جن کو رسالت اس وقت ملی کہ جب ہمارے رسولؐ کی رسالت کا اقرار کیا ہے، نبوت اس وقت ملی جب ہمارے نبیؐ کی نبوت کا اقرار کیا ہے، تو ایک لاکھ نو سو ننانوے کہ جتنے بھی پیغمبر اور رسول ہیں، ہمارے آخری رسولؐ کے اُمتی ہیں اور یہ ہیں سردار انبیاءؑ۔ تو جب عام انبیاءؑ مٹی میں نہیں ملتے تو جو سردار انبیاءؑ ہو وہ کیسے مٹی میں مل جائے گا..... (صلواۃ)

اللہ نے ہر نبیؑ کو پکارا، آواز دی مگر نام لے کر، نام لے کر پکارا، نام لے کر آواز دی۔ یاآدمؑ، یانوحؑ، یا ابراھیمؑ، یاموسیٰؑ یا عیسیٰؑ، یایحییٰؑ، یازکریاؑ، تو جس نبیؑ کو آواز دی، اس کا نام لیا مگر اس آخری رسولؐ کو جب آواز دی ہے تو کبھی نام نہیں لیا، قرآن نے عجیب انداز اختیار کیا، عظمت ہے، شرف ہے، دوسرے انبیاءؑ کو اس طرح آواز دی اللہ نے جس طرح اپنے خادموں کو آواز دے رہا ہے مگر جب اپنے حبیب کو پکارا، جب اپنے محبوب کو پکارا تو کبھی نام نہیں لیا، یا عہدہ کے ذریعہ سے پکارا، جس آیت کو سرنامہ کلام قرار دیا ہے۔

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ

یا محبت کا کوئی لقب دیا، کوئی خطاب دیا۔ یٰسین اے سید و سردار، طٰہٰ اے طیب و طاہر، یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ اے کملی اوڑھنے والے، یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ اے چادر

Presented by Ziaraat.Com

اوڑھنے والے۔

یہ محبوب اتنا پیارا ہے اللہ کو، تو اگر کوئی چادر اوڑھی اس محبوب نے تو اللہ کو یہ چادر بھی محبوب ہوگئی۔ اگر کوئی کملی اوڑھ لی رسولؐ نے، تو وہ کملی بھی محبوب ہوگئی۔ تو مجھے اتنا بتا دیجیے جو کہتے ہیں زیارت قبر رسول کو نہ جاؤ اور کہتے ہیں شرک اور بدعت ہے۔ تو مجھے اتنا بتا دیں کہ تھوڑی دیر کے لیے اگر کملی اوڑھ لی، چادر اوڑھ لی، تو وہ چادر محبوب ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے لیے جسمِ رسالت چادر سے مَس ہوئی، وہ چادر اللہ کو محبوب، تھوڑی دیر کے لیے جسمِ رسالت کملی سے مَس ہوئی تو وہ کملی اللہ کو محبوب تو وہ قبر رسالت مآب کہ جس میں قیامت تک جسمِ رسولؐ رہے گا وہ قبر اللہ کی نگاہ میں کتنی محبوب ہوگی۔ تو کیا ہم اس کو توسل کا ذریعہ نہیں بنا سکتے؟ کیا اپنے لیے شفاء کا ذریعہ نہیں بنا سکتے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کملی تھوڑی دیر کے لیے اوڑھ لی، اللہ کو وہ کملی محبوب ہوگئی، چادر تھوڑی دیر کے لیے اوڑھ لی وہ چادر اللہ کو محبوب ہوگئی۔

مجھے اتنا بتا دیں کہ ایک چادر نے تھوڑی دیر کے لیے جسم رسالت کو اپنی آغوش میں لیا وہ چادر اللہ کو محبوب ہے۔ وہ کملی جس نے تھوڑی دیر کے لیے جسمِ رسالت کو اپنی آغوش میں لے لیا وہ کملی اللہ کو محبوب ہے۔ تو وہ آغوش ابوطالبؑ کہ جس میں بارہ سال رسولؐ پلے، وہ آغوش اللہ کو کتنی محبوب ہوگی..... (صلواۃ)

اور چادر جسم کا جُز نہیں، کملی جسم کا جُز نہیں۔ تھوڑی اوڑھی پھر اُتار کر رکھ لی۔ اس کا مطلب ہے کہ لباس جسم جُز نہیں ہوتا، مگر تھوڑی دیر کے لیے جسمِ رسالتؐ سے مَس ہوا تو اللہ کی نگاہ میں محبوب ہوا، جُز نہیں مگر محبوب ہے تو تصور کیجیے جو خون کا جُز ہیں، جو جُز رسالت ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں کتنے محبوب ہوں گے۔ وہ آلِ محمدؐ، وہ اہلِ بیتؑ رسول کہ جن کے لیے رسولؐ سند دے رہے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ

''علیؑ مجھ سے ہے، اور میں علیؑ سے ہوں''۔

حَسَنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ

''حسنؑ مجھ سے ہے اور میں حسنؑ سے ہوں''۔

حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِن حُسَیْنٍ،

''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں''۔

فَاطِمَۃُ بَضعَۃٌ مِنِّی

''فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے''۔

تو جو اصحابِ رسالت ہوں گے وہ اللہ کو کتنے محبوب ہوں گے۔

ذکرِ مصائب

جنابِ جونؓ، جو اصل میں غلام تھے جنابِ ابوذرؓ کے لیکن ان کے انتقال کے بعد مولا امام حسینؑ کی خدمت میں آ گئے۔ اب جب سب جان دینے کے لیے جا رہے ہیں تو جنابِ جونؓ بھی کھڑے ہوئے اور کہا: آقا! مرنے کی اجازت دیجیے۔ جان دینے کی اجازت دیجیے۔

امامؑ نے فرمایا: اے جونؓ تم تو اس لیے ہمارے ساتھ آئے تھے کہ تمہارا بڑھاپا آرام سے گزر جائے، تم مجھے چھوڑ کر جا سکتے ہو، تمہیں اجازت ہے۔ یہ میرے دشمن ہیں تمہارے نہیں۔

جونؓ نے کہا: آقا! میں سمجھ گیا کہ آپؑ اجازت کیوں نہیں دیتے کیونکہ میں سیاہ غلام ہوں، میرے جسم سے بدبو آتی ہے، لہٰذا آپؑ نہیں چاہتے کہ آپؑ کے

Presented by Ziaraat.Com

خون میں میرا خون شامل ہو۔

اجازت ملی جناب جونؓ کو، بڑھاپے کا عالم ہے۔ جنگ ہوئی زخمی ہو کر گرے۔ آواز دی: آقا! خبر لیجیے۔ وہی حسینؑ دوڑ کر اس حبشی غلام کے سرہانے پہنچے، جلتی ہوئی زمین سے غلام حبشی کا سر اُٹھا کر اپنے زانو پہ رکھا۔ اس کے بعد عجیب انداز اختیار کیا جو کسی شہید کے لیے نہیں ملتا۔ اپنے زانو پر جب جناب جونؓ کا سر رکھا، تو اپنے چہرے کو جھکایا اور اتنا جھکایا کہ امام حسینؑ کے رُخسار جونؓ کے رخسار سے مل گئے اور اس کے بعد اپنے چہرے کو جونؓ کے چہرے کے ساتھ ملنا شروع کر دیا۔

اے پالنے والے اسے اپنے سیاہ رنگ کا بڑا احساس تھا۔ اس کے سیاہ رنگ کو سفید رنگ سے بدل دے۔ اس کو اپنے جسم سے آنے والی بدبو کا بڑا احساس تھا اس کی بدبو کو خوشبو میں تبدیل کر دے۔

روایت کہتی ہے کہ دفنِ شہداء کے وقت جب امام زین العابدینؑ بااعجاز کربلا میں تشریف لائے ہیں اور دفنِ شہداء ہو رہا ہے بنی اسد کو ہدایت فرما رہے ہیں تو بنی اسد نے کہا: آقا! یوں ہر لاش نورانی ہے، ہر لاش سے خوشبو آ رہی ہے مگر ایک لاش ایسی ہے کربلا کے میدان میں، ہم دیکھ رہے ہیں سب سے زیادہ نور نکل رہا ہے، سب سے زیادہ خوشبو آ رہی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: یہ جونؓ کی لاش ہے۔ یہ میرے بابا کی دعا کا اثر ہے۔

آقا نے کبھی گوارا نہیں کیا کہ کسی کا سر جلتی ہوئی زمین پر رکھے، غلام کے سرہانے بھی پہنچ گئے۔ مگر آقا جب آپؑ گھوڑے سے گر کر کربلا کی زمین پر آئے ہیں، تو کون تھا جو آپؑ کا سر اُٹھا کے گود میں رکھتا، مگر مجھے یقین ہے کہ جنت سے ماں آ گئی تھی، جلتی زمین پر بیٹھ گئی۔

Presented by Ziaraat.Com

اے میرے لال! زمین بہت جل رہی ہے، آ تیرا سر اُٹھا کر اپنی گود میں رکھتی ہوں، تاکہ تیرا سر میری آغوش میں کٹے، ماں کی گود تھی حسینؑ کا سوکھا گلا تھا، شمر کا کند خنجر تھا، ماں فریاد کرتی رہی۔

***

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

مجلس چہارم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- ..... نبوت کی معرفت پہلے ضروری ہے کہ نبی ہے کون؟
- ..... یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ رسولؐ ہمارے جیسے ہیں
- ..... اگر کسی کو اپنا عقیدہ پیش کرنے کا حق ہے تو ہمیں اس کے جواب کا حق بھی ہے
- ..... جس کی تعریف اللہ کر رہا ہے
- ..... جب ہم نے اپنے لیے کسی شے کا انتخاب کیا
- ..... انسانوں میں انبیاءؑ کا انتخاب ہے
- ..... قرآن مجید میں ہمارے رسولؐ کے دو نام ہیں: محمدؐ اور احمدؐ
- ..... تجھ سے زیادہ قابلِ تعریف کون ہو سکتا ہے؟
- ..... جب میں نے اپنے بندے کی مدح کی تو وہ بنا محمدؐ
- ..... انبیاءؑ کا جسم الگ ہوتا ہے اور اُمتی کا جسم الگ ہوتا ہے
- ..... کیا رسولؐ بھی جب معراج پر گئے تھے تو کوئی خلائی لباس پہنے ہوئے تھے؟

ذکر مصائب

- ..... جناب مسلمؑ کے فرزندوں کی شہادت
- ..... دو شخصیتیں ایسی ہیں کہ جن کی نسل کربلا میں ختم ہو گئی

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

نبوت کی معرفت پہلے ضروری ہے کہ نبی ہے کون؟ نبی ہوتا کون ہے؟ جس کو نگاہِ قدرت پوری کائنات میں منتخب کرے اپنے پیغام کے لیے، وہ نبی بنتا ہے، وہ رسول بنتا ہے۔ تو تصور کیجیے کہ پوری کائنات میں جس کو اللہ کی نگاہ منتخب کرے، وہ کیسا ہو۔

پہلے اس رسول کی معرفت ضروری ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہمیں دین ملا، جس کے ذریعہ سے ہمیں شریعت ملی اور یہ جو بات کہہ دی جاتی ہے کہ نبیؐ ہمارے جیسا، یہ بھی ایک عقیدہ ہے۔

تمام مسلمانوں پہ جو اعتراضات ہیں ان میں ایک اعتراض یہ بھی ہے، رسولؐ اللہ کی کوئی تعظیم نہیں ہونی چاہیے، نام رسالت آئے اور اگر آپ کھڑے ہو گئے تو یہ شرک کہا جاتا ہے۔ اگر تعظیم کر لی تو شرک۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کا مطلب ہے کہ معرفتِ رسالت نہیں ہے۔ اس نبی کو نہیں پہچان رہے ہیں کہ جو دین لے کر آیا ہے تو دین کو کیسے پہچانیں گے۔ پھر دین کی شناخت کیسے ہوگی، پھر شریعت کی معرفت کیسے ہوگی۔

آپ دیکھیں کہ یہ بات کہی گئی کہ رسولؐ ہمارے جیسے، ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ وہ کھاتے پیتے ہیں اور ہم بھی کھاتے پیتے ہیں، وہ بازاروں میں چلتے ہیں، ہم بھی بازاروں میں چلتے ہیں، وہ بھی مریض ہوجاتے ہیں، ہم بھی مریض ہوجاتے ہیں حالانکہ نبیؐ مریض ہوتا ہے لیکن نبوت مریض نہیں ہوتی۔

تو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ رسولؐ ہمارے جیسے ہیں جیسے ان کا جسم ویسے ہمارا جسم، جیسی ان کی ضروریات ہیں ویسی ہماری ضروریات ہیں، لہٰذا ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو جسم کو معرفت کا ذریعہ بنالیا، جب کہ معرفت ہونا چاہیے تھی نبوت کے ذریعے۔

پہلے اس رسولؐ کی معرفت ضروری ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہمیں دین ملا۔ اگر یہی معیار ہے تو ایک کوا جو ہے جو اس کی بھی چونچ، اس کے بھی پَر، اس کے بھی پیر، وہ بھی غذا کی تلاش میں پھرتا ہے، اس کو بھی بھوک لگتی ہے، اس کو بھی پیاس لگتی ہے، اور اسی طرح سے اگر کوئی باز ہے، مور ہے، بلبل ہے، اس کی بھی یہی ضرورت تو اس کا مطلب ہے کہ کوے اور بلبل میں کوئی فرق نہیں؟

شیر، اس کا بھی جسم ہے، اس کی بھی ضرورتیں ہیں، اس کی بھی پیاس ہے، بھوک ہے، اس کو بھی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے پاس بھی جسم ہے اور گدھے کے پاس بھی جسم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کی نگاہ میں شیر اور گدھا میں کوئی فرق نہیں ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

ایک چشمہ میں بھی پانی بہہ رہا ہے صاف شفاف پانی، آپ کو پیاس محسوس ہوئی، آپ نے چلو میں پانی لیا، چشمہ میں بھی پانی بہہ رہا ہے اور نالے میں بھی پانی بہہ رہا ہے تو پھر آپ کی نگاہوں میں ایک چشمے میں اور نالے میں کوئی فرق نہیں ہے؟ تو لہٰذا چشمہ کے ساتھ ساتھ نالے سے بھی اپنی پیاس بجھاؤ، تو یاد رکھیں آپ، کہ اگر کوئی انسان ہے اور اس میں انسانی خصوصیت پائی جاتی ہے اور واقعی اس میں انسانی عقل پائی جاتی ہے۔ تو وہ چشمہ اور نالے میں فرق کرے گا، چشمے سے پانی پیئے گا مگر نالے سے پانی نہیں پیئے گا۔ لیکن جو جانور ہیں جس میں تمیز نہیں، وہی چشمہ اور نالے میں کوئی تمیز نہیں کرے گا۔

بہرحال ــــــ!

اگر کسی کو اپنا عقیدہ پیش کرنے کا حق ہے تو ہمیں اس کے جواب کا حق بھی ہے کہ ہم اس کا جواب دیں مگر وہی جملے یاد رکھیے گا کہ:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ

"بلانا ہے کسی کو صحیح راستے کی طرف حکمت سے بلاؤ اور اچھے موعظہ سے بلاؤ"۔ (سورۂ نحل، آیت ۱۲۵)

لہٰذا میری زبان میں کیا دم ہے کہ اس میں رسولؐ کا تعارف کروا سکوں کہ جس کی مدح اللہ کر رہا ہے، جس کی تعریف اللہ کر رہا ہے، جس کو اللہ محمدؐ کہہ رہا ہے کہ جس کے معنی بہت زیادہ قابلِ تعریف کے ہیں۔

تو میری زبان میں کہاں دم ہے کہ ذرہ برابر بھی اس رسولؐ کے فضائل پڑھ سکوں۔

رسولؐ وہ ہے، پیغمبرؐ وہ ہے، نبیؐ وہ ہے کہ جس کو پوری کائنات میں، قدرت

Presented by Ziaraat.Com

نے اپنے پیغام کے لیے منتخب کیا۔ تو تصور کیجیے کہ وہ نبی کون ہوگا۔ ہم کو بھی اپنے لیے جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم اپنی نگاہوں کی وسعت کے مطابق، ہر شے میں بہتر سے بہتر چیز کا انتخاب کرتے ہیں۔ جب ہمیں اپنے لیے کسی چیز کا انتخاب کرنا ہوتا ہے تو اپنے علم کے مطابق، اپنی نگاہوں کے مطابق، ہم ہر شے میں بہتر سے بہتر کا انتخاب کرتے ہیں۔

اگر انگوٹھی کے لیے نگینے کی ضرورت ہوئی تو سڑک پر پڑے ہوئے پتھروں کا انتخاب نہیں کرتے، بلکہ ہماری نگاہوں میں جو قیمتی پتھر ہیں، ہیرے اور جواہرات کا انتخاب کرتے ہیں۔ اگر گلے کے لیے ہار کی ضرورت ہوئی تو قیمتی موتیوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ اگر باغ کے لیے پھولوں کی ضرورت ہوئی تو جنگلی، بے رنگ اور بے بو والے پھول نہیں لگاتے بلکہ جو ہماری نگاہوں میں منتخب پھول ہیں۔ گلاب، بیلا، چنبیلی اور موتیا۔ ان سے باغ کو زینت بخشتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم نے اپنے لیے کسی شے کا انتخاب کیا تو جو بہتر سے بہتر چیز تھی، ہم نے اس کو منتخب کیا۔ تو مجھے یہ بتا دیجیے کہ جب نگاہِ قدرت انتخاب کرے گی، جب اللہ کی نگاہ انتخاب کرے گی تو اپنے علم کی وسعت کے مطابق۔ اسی لیے جب اس کی نگاہِ انتخاب چلی تو ساری زمینوں میں کعبہ کو منتخب کیا اور پتھروں میں حجرِ اسود کو منتخب کیا، پہاڑوں میں کوہِ طور کو منتخب کیا اور درختوں میں شجرِ طوبیٰ کو منتخب کیا، چشموں میں چشمہ زم زم کو منتخب کیا، جانوروں میں ناقہ صالحؑ کو منتخب کیا، ملائکہ میں جبرئیلؑ کو منتخب کیا۔ جب پوری کائنات میں انتخاب کا وقت آیا تو انسان کو چن کر اشرف المخلوقات بنایا۔

انسانوں میں انبیاءؑ کا انتخاب ہے، انبیاءؑ میں رسولوں کو چنا ہے، رسولوں میں

Presented by Ziaraat.Com

اولوالعزم پیغمبروں کو چنا اور اولوالعزم پیغمبروںؑ میں اپنے حبیب محمد مصطفیٰ کو چن کر اپنا محبوب بنایا......(صلوٰۃ)

دو نام ہیں قرآن مجید میں ہمارے رسولؐ کے: محمدؐ اور احمد۔

محمدؐ چار مرتبہ قرآن میں آیا ہے اور احمد ایک دفعہ آیا ہے۔ محمدؐ کے معنی ہیں بہت زیادہ قابلِ تعریف، اور احمد کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔

محمدؐ اسمِ مفعول ہے اور احمد اسمِ فاعل کا۔ اسم مفعول یعنی جس کی تعریف کی گئی ہو، احمد جو تعریف کر رہا ہو۔ تو محمد بھی یہی ہیں، احمد بھی یہی ہیں۔

سارے مسلمانوں سے خطاب ہے اور خاص طور سے ان سے جو رسول کو اپنے جیسا کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں عظمتِ رسالت کیا ہے؟ اور اللہ کا نام ہے محمود۔ یہ محمدؐ ہے اور وہ محبوب ہے، رسول محمد ہیں اور اللہ محمود ہے۔

محمدؐ کے معنی بہت زیادہ قابلِ تعریف، اور محمود کے معنی قابلِ تعریف۔ محمدؐ میں مبالغہ ہے اور محمود میں مبالغہ نہیں ہے، یعنی صرف قابلِ تعریف۔

پالنے والے! بات سمجھ میں نہیں آ رہی، تجھ سے زیادہ قابلِ تعریف کون ہوسکتا ہے، تو خالق ہے، تو رب ہے، تو مالک ہے، تو پیدا کرنے والا ہے۔ ارے لاکھ مرتبہ ہمارے رسول کا بلند ہو مگر مخلوق ہیں، تو معبود ہے۔ یہ عبادت گزار ہیں۔ تو رب ہے اور یہ پیدا ہونے والے ہیں، تو خالق ہے، یہ مخلوق ہیں، ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تو اپنا نام محمدؐ رکھتا، اور بندے کا نام محبوب ہوتا تو شاید ندائے قدرت آئے کہ تو بات کے راز کو نہیں سمجھ سکا۔ جب پوری کائنات نے میری تعریف کی، مدح کی، حمد کی تو میں بنا محمود اور جب میں نے اپنے بندے کی مدح کی تو

Presented by Ziaraat.Com

وہ بنا محمدؐ۔

جس کی کائنات تعریف کر رہی ہو، محمود ہے اور جس کی خالق کائنات تعریف کر رہا ہو وہ محمدؐ ہے۔ اب کتنی بڑی غلطی ہوگی یہ کہتے ہوئے کہ رسولؐ ہمارے جیسے ہیں۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ جسم کی وجہ سے انسان کو کوئی فضیلت و برتری حاصل ہوتی ہے تو یہ بھی غلط ہے کہ ہمارے جیسا جسم تھا۔

انبیاءؑ کا جسم الگ ہوتا ہے اور اُمتی کا جسم الگ ہوتا ہے۔ قرآن مجید اعلان کر رہا ہے کہ جناب موسیٰؑ بنی اسرائیل سے منتخب کر کے، لے گئے ستر لوگوں کو کوہ طور پر، سب کے سب متقی تھے۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا؟

جب کہا کہ ہم اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ جیسے ہی وہ نور چمکا، سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے۔ جتنے اُمتی تھے سب کے جسم جل گئے مگر موسیٰؑ کا جسم محفوظ رہا، موسیٰؑ پر صرف بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔ جناب موسیٰؑ بے ہوش کر گر پڑے۔

تو اگر اُمتیوں کا جسم اور نبیؐ کا جسم ایک ہوتا تو جو حشر اُمتیوں کے جسم کا ہوا تھا وہی موسیٰؑ کا بھی ہوتا۔ لیکن اُمتی کا جسم جل گیا اور نبیؐ کا جسم محفوظ رہا۔ اس کا مطلب ہے کہ عام مخلوقات کا جسم اور ہے، اور نبیؐ کا جسم اور ہے۔

اس کی بہترین دلیل معراج ہے۔ جب یہ خلاء میں جاتے ہیں تو ان کا مخصوص لباس ہوتا ہے تاکہ جب یہ خلاء میں جائیں تو وہاں کچھ شعاعیں ہوتی ہیں جو انسانی جسم کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں لہٰذا وہ مخصوص لباس پہن کر جاتے ہیں کہ جب وہ اس خلائی جہاز سے باہر نکلیں تو محفوظ رہیں۔

تو کیا رسولؐ بھی جب معراج پر گئے تھے تو کوئی خلائی لباس پہنے ہوئے تھے

Presented by Ziaraat.Com

بلکہ یہی معمولی لباس تھا۔

آج جب خلاء میں راکٹ جاتے ہیں تو ان کی رفتار چالیس ہزار میل فی گھنٹہ ہوتی ہے، اتنی تیز رفتاری سے خلاء میں جہاز جاتے ہیں تو جو راکٹ بنتے ہیں وہ اس لوہے سے نہیں بنتے جس سے یہ لاؤڈ اسپیکر بنتا ہے۔ اگر اسی لوہے سے وہ راکٹ بھی بن جائیں تو سائنس دان کہتے ہیں کہ جب تیز رفتار سے کوئی جسم خلاء میں سفر کرتا ہے تو اس میں رگڑ پیدا ہوتی ہے، اس رگڑ سے گرمی پیدا ہوتی ہے تو اسی لیے جب چالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کوئی راکٹ خلاء میں سفر کرے گا تو اتنا زیادہ فریکشن ہوگا اس میں، اتنی زیادہ اس میں رگڑ پیدا ہوگی کہ عام لوہا اس گرمی کو برداشت نہیں کرسکتا، راکٹ جل کر راکھ بن جائے گا، ختم ہوجائے گا، خاک ہوجائے گا۔ لہٰذا مخصوص دھاتیں بنائی جاتی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے وہ راکٹ بنتا ہے تاکہ تیز رفتاری کی وجہ سے جو رگڑ پیدا ہو اس سے جو گرمی پیدا ہو، وہ یہ راکٹ برداشت کرسکے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی راکٹ چالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے خلاء میں تو عام لوہا اس میں استعمال نہیں ہوسکتا بلکہ مخصوص دھات اس میں استعمال کی جاتی ہے۔ تو مجھے اتنا بتا دیجیے کہ اللہ کا رسولؐ معراج کی منزلوں پر گئے اور واپس آئے اتنی تیز رفتاری سے کہ گھر کے دروازے کی زنجیر ہل رہی تھی، بستر اسی طرح سے گرم تھا، تھوڑی سی بلندی پر وضو کیا تھا۔

روایت کہتی ہے کہ آپ تشریف لے گئے معراج کی منزلوں پر، واپس آئے وضو کا پانی زمین تک نہیں پہنچا تھا۔ انسان جب گھر سے باہر نکلتا ہے تو اگر دروازے میں زنجیر لگی ہوئی ہے تو ذرا سا جو جھٹکا لگتا ہے دروازے کو تو کتنی دیر تک وہ زنجیر ہلتی

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ چند سیکنڈ سے زیادہ اس میں جنبش نہیں رہتی، حرکت نہیں رہتی۔ مگر روایت کہتی ہے کہ رسولؐ اللہ دروازے کھول کر باہر نکلے تھے، زنجیر دروازے کی ہلنے لگی تھی۔ جب واپس آئے تو اسی طرح سے زنجیر ہل رہی تھی۔

اس کا مطلب ہے کہ اتنی تیز رفتاری سے گئے اور آئے تھے، اتنی تیز رفتاری سے سفر کیا تھا۔ یہ معمولی راکٹ جو چالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کریں تو عام لوہے سے نہیں بنا سکتے، مخصوص دھاتیں استعمال کی جاتی ہیں۔

ہمارے رسولؐ نے معراج کا سفر اتنی تیز رفتاری سے کیا تھا۔ اگر خاک سے بنے ہوتے تو جل کر خاک ہو جاتے کیونکہ نور ہیں اس لیے محفوظ رہے..... (صلواۃ)

اب نہ کہنا کہ رسولؐ ہمارے جیسے۔

یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ رسولؐ ہمارے جیسے ہیں۔ تو اب قرآن میں معراج کا تذکرہ جھٹلا بھی نہیں سکتے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (بنی اسرائیل، آیت:۱)

جب اس کو نہ جھٹلا سکے تو کہا خواب دیکھا تھا لہٰذا گئے نہیں تھے، جس طرح سے ہم خواب دیکھا کرتے ہیں، اس طرح اللہ کے رسولؐ نے بھی خواب دیکھ لیا تھا۔ (معاذ اللہ)

چلیے! خواب ہی دیکھا تھا، جس طرح سے ہم خواب دیکھا کرتے ہیں، رسولؐ نے اسی طرح خواب دیکھا تھا۔ فرض کریں کہ میں امریکہ پہنچا تو جیسے ہی واشنگٹن کے ہوائی اڈے پہ پہنچا، دیکھا صدر امریکہ میرے استقبال کے لیے موجود ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

میں تو کہتا ہوں کہ منتظر زیدی نے صرف امریکہ کے صدر ہی کو جوتا نہیں مارا ہے بلکہ امریکہ کے ہر حامی کے منہ پر جوتا مارا ہے۔

تو میں واشنگٹن پہنچا تو وہاں پہ صدر امریکہ استقبال کے لیے موجود وہائٹ ہاؤس میں مجھے لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ جتنے بھی سربراہان حکومت ہیں، جتنے بھی بادشاہ ہیں، سب میرے استقبال کے لیے موجود ہیں، بہترین وہاں دعوت ہوئی۔

میں نے کہا کل میں گیا تو آپ نے کہ جناب آپ کو ہم بھی پہ ٹہلتے ہوئے دیکھا۔

کہا: میں نے لیٹے لیٹے خواب دیکھا۔

آپ کہیں گے کہ جناب عجیب آدمی ہیں کہ خواب دیکھا اور فخر کر رہے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جیسا معمولی انسان اگر کوئی خواب دیکھے فخر نہیں کرے گا تو اگر معراج کوئی خواب ہوتی تو اللہ قرآن میں فخریہ بیان نہ کرتا۔

"پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا"۔

تو اس کا مطلب ہے کہ خواب نہیں ہے، جو اللہ فخریہ قرآن میں بیان کرے۔ وہ اتنی بڑی فضیلت ہے کہ وہ مالک وخالق فخریہ قرآن میں تذکرہ کر رہا ہے۔

اچھا چلئے ہم نے مان لیے کہ رسولؐ ہمارے جیسے جس طرح سے ہم نہیں جاسکتے اس طرح سے ہمارے رسول بھی نہیں جاسکتے، تو کب اللہ کہہ رہا ہے کہ رسولؐ خود جارہے ہیں بلکہ اعلان ہو رہا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

"پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو لے کر جا رہا ہے" یہ نہیں کہا کہ خود سے گئے۔ تو کیا اگر رسولؐ کی فضیلتوں پر اقرار نہیں تو کیا اللہ کی قدرت پر بھی یقین نہیں ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

ذکرِ مصائب

ایک معراج اس دنیا میں بھی ہے، اس معراج کا نام ہے کربلا، یہ بھی معراج ہے، یہ معراج ہے صبر کی، یہ معراج ہے ایثار کی، یہ معراج ہے قربانیوں کی، یہ معراج ہے بندگی کی، یہ معراج ہے اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کی۔

مجھ سے فرمائش ہے ایک تذکرے کی، وہ ہے جناب مسلمؑ کے فرزندوں کا تذکرہ، ان بچوں کا تذکرہ کہ کلیجے میں اتنا دم نہیں ہے، دل میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ان بچوں کا مکمل تذکرہ ہو سکے، ہلکے سے چند اشارے سن لیجیے کیونکہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ان بچوں کا تذکرہ آپ نہیں کرتے۔ کربلا کی دو شخصیتیں ایسی ہیں کہ جن کی نسل کربلا میں ختم ہوگئی۔

وہ کون ہیں؟

امام حسینؑ نہیں ہیں۔ وہ دو شخصیتیں ہیں: ایک عورت ہے، ایک مرد ہے۔ ایک جناب زینبؑ، جنہوں نے اپنا سب کچھ اپنے بھائی پر قربان کر دیا، پھر جناب زینبؑ کی نسل میں کوئی باقی نہیں رہا۔ اور دوسرے جناب مسلمؑ، ان کے سارے بچے اسی کربلا کے واقعہ میں ختم ہوگئے۔ کوئی واپس مدینہ نہیں پہنچا۔ دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی۔

شامِ غریباں میں جس وقت یہ ظالم خیموں کے اندر داخل ہوئے ہیں تو گھوڑوں سے اُترے نہیں تھے بلکہ گھوڑوں پر بیٹھے بیٹھے خیموں میں داخل ہوئے تھے اور بہت سے بچے گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے خیموں کے اندر پامال ہوگئے۔

تو جس بچی کا تذکرہ میں نے آپ کے سامنے پہلی محرم کو کیا تھا، یہ بچی شامِ غریباں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے پامال ہوگئی تھی۔ یہ بچی زندہ نہیں رہی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

کربلا ہی کا مجمع بن گئی تھی۔ اور دو بچے جو کوفہ میں قید تھے بعد شہادت جناب مسلمؑ۔ بچوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ رسولؐ اللہ تشریف فرما ہیں۔ بابا مسلمؑ ہیں، جناب مسلمؑ فرما رہے ہیں جناب رسولؐ سے: "اے اللہ کے رسولؐ! اے میرے جد، میرے بچے بڑی زحمتوں میں ہیں، میرے بچے بڑی تکلیفوں میں ہیں تو رسولؐ اللہ نے فرمایا: "اے مسلمؑ! تمہارے بچوں کی زحمتوں کے دن ختم ہوگئے، اب ان کی مصیبتوں کے دن ختم ہوگئے"۔

بچوں کی آنکھ کھل گئی، کہا: ہم کیسے آزاد ہوں؟ کہا: یہ جو زندان کا داروغہ ہے اسی سے بات کرتے ہیں شاید اس کو رحم آجائے۔ تو جب داروغہ کھانا پہنچانے آیا، ایک سوکھی روٹی ہوتی تھی اور پانی کے دو گلاس ہوتے تھے۔ جب وہ سامنے آیا تو ڈرتے ڈرتے کہا: اے شیخ! تو صورت سے مومن لگ رہا ہے، کیا تو اہلِ بیتؑ رسولؐ کو پہچانتا ہے؟

جیسے ہی اہلِ بیتؑ کا نام آیا، تعظیم سے وہ شخص کھڑا ہوگیا۔ ارے تمہاری زبان پہ اہلِ بیت رسولؐ کا نام؟ میری جانیں ان پر فدا ہوں، مگر تم ان کا تذکرہ کیوں کر رہے ہو؟ جب یہ تعظیم و تکریم دیکھی تو تب ہمت ہوئی۔

کہا: ہم ایک بات کہنا چاہتے ہیں مگر ہمیں مارو گے تو نہیں؟

کہا: نہیں میں قسم کھاتا ہوں، اہلِ بیتؑ کی قسم کھاتا ہوں کہ تمہیں کوئی اذیت نہیں پہنچاؤں گا۔ بتاؤ کیا بات ہے؟

کہا: ہم اہلِ بیتؑ کے خاندان سے ہیں، ہم مسلمؑ کے فرزند ہیں، یہ سننا تھا، قدموں پہ سر رکھا اور کہا:

اے شہزادو! پہلے کیوں نہیں بتایا، اگرچہ میری جان چلی جائے گی، مجھے معلوم

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ مجھے مار دیا جائے گا، مگر یہ دروازہ کھلا ہے، جایئے تشریف لے جایئے۔

بچوں نے کہا: اے شیخ! ہمیں راستہ معلوم نہیں ہے۔ راستہ بتا دیا کہا کہ اس اس راستے جایئے گا، آپ کو راستہ مدینہ کا مل جائے گا۔

بچے چلے مگر راستہ بھول گئے، تھک کر ایک چشمہ کے کنارے پہنچے۔ چشمہ سے پانی پیا، رات ہوگئی تھی لہٰذا قریب ہی ایک درخت تھا اس پر چڑھ گئے۔ صبح کو ایک خاتون چشمہ سے جب پانی لینے آئی تو ان بچوں کا عکس پانی میں نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا کہ دو پرندے ہیں جو آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ اوپر دیکھا چاندسی دو صورتیں نظر آئیں۔

کہا: آپ کون ہیں؟

بچوں نے پھر قسم دلوائی، قسم کھایئے تب ہم بتائیں گے۔

کہا: میں قسم کھاتی ہوں تم بتاؤ۔

کہا: ہم مسلمؑ کے فرزند ہیں۔ وہ عورت بچوں کو اپنے ساتھ لے گئی۔ اپنے گھر میں رکھا۔ اس کا شوہر حارث انتہائی ظالم، انسانیت سے گرا ہوا، جب اس کو یہ پتا چلا کہ مسلمؑ کے بچے میرے گھر میں ہیں۔

فریاد کرتی رہی زوجہ مگر یہ ظالم نہ مانا، شب کا سناٹا تھا تو اس نے بچوں کو باندھ دیا کہ صبح ان کو قتل کروں گا اور جا کر ابن زیاد سے انعام حاصل کروں گا۔

صبح کو لے کر چلا دریائے فرات کی طرف، بیوی فریاد کرتی رہی، ارے کچھ تو رحم کر، ان کے معصوم چہرے دیکھ مگر اس ظالم کو رحم نہ آیا۔ فرات کے کنارے لے گیا۔ چاہتا تھا کہ ایک بیٹے کو قتل کرے۔

بڑا بیٹا ابراہیمؑ تھا وہ دوڑ کر آگے بڑھا کہ نہیں میں بڑا ہوں، پہلے مجھے قتل

Presented by Ziaraat.Com

کرو، کیونکہ ماں اس کو میرے سپرد کر گئی ہے۔

اتنی اجازت دے دے کہ ہم دو رکعت نماز ادا کر لیں، نماز پڑھی تو ہاتھوں کو بارگاہ الٰہی میں بلند کیا: پالنے والے، ہمارے اور اس ظالم کے درمیان تو فیصلہ کرنا۔

اس نے تلوار اپنے غلام کو دی کہ تم قتل کرو۔ جیسے وہ غلام قریب آیا، فرماتے ہیں کہ تیری شکل تو کچھ حضرت بلالؓ سے مل رہی ہے۔ اس نے کہا: تم بلالؓ کو کیا جانو۔

بچوں نے کہا: ہم سے زیادہ بلالؓ کو کون جانے گا، ہم خانوادہ اہل بیتؑ کے بچے ہیں۔

اس نے تلوار پھینک دی اور اپنے کو جا کر دریا میں گرا دیا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کو تلوار دی کہ جا تو قتل کر دے۔ جیسے ہی بیٹا قریب آیا، بچے کہتے ہیں کہ تیری شکل کچھ ہمارے بھائی علی اکبرؑ سے ملتی ہے۔

اس نے کہا: تم کیا علی اکبرؑ کو جانو؟

کہا: ہم خاندان رسالت سے ہیں۔ وہ بھی فوراً ہٹ گیا۔

اب یہ ملعون خود آگے بڑھتا ہے، وہ بچے فریاد کرتے ہیں کہ ہمیں ابن زیاد کے دربار میں پیش کر دے وہاں سے انعام تجھ کو مل جائے گا مگر اس ظالم کو رحم نہ آیا۔

تلوار چلتی ہے، پہلے بڑے بھائی کا سر قلم ہوتا ہے، اس کی لاش فرات میں پھینک دیتا ہے۔ روایت کہتی ہے کہ لاش وہی پر رُکی رہی۔ جب دوسرا بھائی قتل ہوا، جیسے ہی اس کی لاش فرات میں پھینکی ہے تو بڑے بھائی نے گلے میں بانہیں ڈالیں چھوٹے بھائی کے۔

بس آخری جملے!

وہ ملعون دونوں بچوں کے سر لیے ہوئے، دربار ابن زیاد میں پہنچا، جیسے ہی

Presented by Ziaraat.Com

سروں سے کپڑا ہٹایا، تاریخ کہتی ہے کہ ابن زیاد جیسا شقی تین مرتبہ اُٹھا اور تین مرتبہ زمین پر بیٹھا۔

اے حارث! اتنے معصوم بچوں کو تو نے کیسے قتل کر دیا، اتنا بتا دے کہ آخری وقت ان کی زبان پر کیا تھا؟

کہا: آخری وقت ان کی زبان پر تھا: پالنے والے! اس کے اور ہمارے درمیان میں تو فیصلہ کرنا۔

ابن زیاد نے کہا: بچوں کی دعا قبول ہوگئی۔ حارث کو لے جاؤ، اس کو قتل کر دو۔

اے عزادارو! مجھے اتنا بتا دیجیے جب ابن زیاد سے یہ صدمہ برداشت نہ ہو سکا تو جب ماں کی آغوش میں یہ ننھے منے سر پہنچے ہوں گے تو ماں کا کیا حال ہوا ہوگا۔

❁❁❁

Presented by Ziaraat.Com

مجلس پنجم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

* ..... ہمارے رسولؐ زندہ ہیں کہ مُردہ ہیں؟
* ..... رسولؐ اللہ کی قبر کی زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں؟
* ..... ہم لوگ دعا میں ان کو وسیلہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟
* ..... ان کی تعظیم کیسی، ان کی تکریم کیسی؟
* ..... کسی اور سے شفا طلب نہ کرو سوائے اللہ کے
* ..... جناب یعقوبؑ جب ان کو پتہ چل گیا کہ جناب یوسفؑ سلطنت مصر پہ ہیں
* ..... توحید میں کوئی فرق نہیں ہے، جو چیز پہلے خالف توحید تھی
* ..... کیا چودہ سو سال پہلے معجزہ تھا آج نہیں؟
* ..... تو اس قرآن کریم کو ہم معجزہ کیسے مانیں

ذکر مصائب

* ..... زہیر بن قینؓ کی شہادت

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

پچھلے سال بھی یہی موضوع رہا اور اس سال بھی وہی موضوع ہے اور میں نے عرض کیا کہ یہ موضوع ایسا ہے کہ سو عشرے بھی کم ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس کے لیے سو سال مسلسل کوئی عشرہ پڑھے تب شاید ان تمام اعتراضات کے جواب ہو کہ اعتراضات کیے جاتے ہیں اور سات ہزار اعتراضات کی لسٹ آیت اللہ سیستانی کا ایک مؤسسہ ہے اس میں بنی ہے کہ کل اعتراضات سات ہزار ہیں۔

ظاہر ہے کہ ممکن نہیں ایک ہی شخص کے لیے ان تمام اعتراضات کے جوابات دے سکے، اس پر تو علماء کا ایک گروہ ہو جو رفتہ رفتہ جوابات پیش کریں۔ لیکن خاص خاص چیزیں جو بنیادی اعتراضات ہیں تو کوشش کروں گا کہ ان کا جواب ہو، جیسے کہ مسئلہ حیات النبیؐ ہے کہ ہمارے رسولؐ زندہ ہیں کہ مُردہ ہیں؟ یہ ایک مسئلہ ہے کہ جس

Presented by Ziaraat.Com

پر گفتگو اور بحث ہے۔ اسی طرح سے مسئلہ شفاعت ہے کہ کوئی شفیع ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں اس کی شفاعت قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟

یہ بھی ایک بہت اہم مسئلہ ہے کہ مسئلہ توسل کہ ہم کسی کو وسیلہ بنا سکتے ہیں یا نہیں بنا سکتے؟ وسیلہ بنانا شرک ہے؟ بدعت ہے یا اسلام میں جائز ہے؟

قبروں کی زیارت یہ بھی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ سارے مسلمان اس مسئلہ میں شامل ہیں کہ رسولؐ اللہ کی قبر کی زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ان کے روضے کی زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ان کو ہم اپنا شفیع مان سکتے ہیں یا نہیں؟ وہ شفاعت فرمائیں گے یا نہیں؟

ہم لوگ دعا میں ان کو اپنا وسیلہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ ان کے ذریعہ سے دعا مانگ سکتے ہیں یا نہیں، اسی طرح سے وہ اب حیات ہیں یا حیات نہیں ہیں؟

میں نے کل عرض کیا تھا آپ کے سامنے کہ جب تک ہم نبوت کو نہ پہچانیں اس وقت تک ہمیں کوئی چیز حاصل نہیں ہوگی۔ شناخت نبوت سب سے پہلے ضروری ہے کیونکہ نبی ہی کے ذریعہ سے ہمیں سب کچھ ملا ہے۔

نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ ایک ہے، ہم نے مان لیا۔ نبیؐ نے کہا کہ وہ عادل ہے، ہم نے تسلیم کر لیا۔ نبیؐ نے فرمایا اور انھی کا تو دعویٰ ہے کہ میں اللہ کا نبیؐ ہوں اور ایک لاکھ ۲۴ ہزار نو سو ننانوے سب کی نبوت کو ہم نے مان لیا، کیوں ہمارا نبی کہہ رہا ہے جس کو ہم سچا مانتے ہیں، جس کو ہم صادق مانتے ہیں، وہ کہہ رہا ہے تو ہم نے سب مان لیا۔ اس نے کہا کہ قیامت آئے گی، ہم نے مان لیا۔ اس نے کہا کہ فرشتے ہیں، ہم نے تسلیم کر لیا۔ اس نے کہا کہ جنت ہے ہم نے مانا، اس نے فرمایا کہ جہنم ہے ہم نے تسلیم کر لیا۔ اس نے کہا: حوریں اور غلمان ہیں، کوثر اور سلسبیل ہے، سب چیزیں ہم

Presented by Ziaraat.Com

نے بغیر دیکھے مان لیں، یعنی اس کی سچائی پر ہم کو بھروسہ ہے، اس پر اعتماد ہے کہ جو وہ کہہ رہا ہے وہ صحیح کہہ رہا ہے اور سچ کہہ رہا ہے، لہٰذا ہم نے ہر چیز اس کی تسلیم کی، کیونکہ وہ اللہ کا نمائندہ ہے۔

یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ صاحب ان کی تعظیم کیسی، ان کی تکریم کیسی؟

یہ کہا جاتا ہے کہ صاحب آپ اتنا بتا دیجیے کہ کوئی ڈاکیا/پوسٹ مین جب کوئی ڈاک لے کر آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں وہ کسی عظیم شخصیت کا خط ہے تو اس خط کی ہم عزت کرتے ہیں۔ اس پیغام کو ہم اپنے سر پر رکھتے ہیں، اس پیغام کو ہم اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں، اس پیغام کو ہم چومتے ہیں، ڈاکیے کے ہاتھ کو نہیں چومتے۔ دیکھیے!

جوانوں اور بچوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ مثال دی جاتی ہے، بات اپنی جگہ پر صحیح ہے بالکل۔ فرض کریں کہ کسی مرجع کا خط آجائے تو ہم نے اس کی آنکھوں سے لگایا اس کو اپنے سر پہ رکھ لیا تو کیا وہ ڈاکیا جو لے کر آیا، تو کیا ہم اس کے بھی ہاتھ چوم لیں؟ تعظیم کے لیے ہم اُٹھتے ہیں؟ پیغام لانے والے کی تعظیم نہیں ہوتی۔ تعظیم پیغام کی ہوا کرتی ہے لہٰذا قرآن کی تعظیم کرو کیونکہ اللہ کا پیغام ہے۔ قرآن کو سر پہ رکھو، قرآن کی آنکھوں سے لگاؤ، قرآن کو چومو کیونکہ اللہ کا پیغام ہے، رسولؐ تو پیغام لانے والے ہیں، ان کی تعظیم کیوں؟ ان کی تکریم کیوں؟ نام رسالت آنے پر اگر کوئی کھڑا ہو جائے تو مشرک ہے، بدعتی ہے، اسلام سے خارج ہے۔

اس طرح کے فتوے ذہن کو بہکانے کے لیے۔ تو میں پہلے عرض کر دوں کہ عام جو پیغام لانے والے ہوتے ہیں، ان میں اور جو اللہ کا پیغام لے کر آئے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو عام پیغام، خط لے کر آئے اُس کو ڈاکیہ اور پوسٹ مین کہتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں لیکن یہ جو اللہ کی طرف سے آتے ہیں ان کی حیثیت وہ نہیں ہے جو کسی ڈاکیے کی ہوتی ہے۔ ان کی حیثیت وہ نہیں ہے جو کسی پوسٹ مین کی ہوتی ہے، یہ سفیر الٰہی ہیں۔

ایک ڈاکیہ ہوتا ہے، ایک پوسٹ مین ہوتا ہے اور ایک عہدہ سفارت پر فائز ہوتا ہے تو یہ ڈاکیہ/پوسٹ مین اللہ کے سفیر ہوتے ہیں، اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں تو جب اللہ کا سفیر ہے، اللہ کے نمائندے ہیں، تو ڈاکیہ کو کوئی اپنا اختیار نہیں ہوتا کہ پیغام پہنچا دیا اور چلا گیا۔

لیکن جو سفیر بن کر آتا ہے تو جس ملک کا سفیر ہوتا ہے تو وہاں سے اختیارات لے کر آتا ہے...... (صلواۃ)

اس کو اختیارات دے کر بھیجا جاتا ہے کہ ہماری طرف سے تم بات کر لینا، ہماری طرف سے تم دستخط کر سکتے ہو کسی معاہدے پر، کیا ڈاکیہ کو بھی یہ حق حاصل ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ڈاکیہ نہیں ہے، پوسٹ مین نہیں ہے بلکہ یہ سفیر ہے، یہ حکومت کا نمائندہ ہے، اس کو حقوق حاصل ہیں، اس کو اختیارات حاصل ہیں، تو جس طرح سے دنیا میں ملکوں کے سفیر ہوا کرتے ہیں، تو حکومت کے اختیارات ان کے پاس ہوا کرتے ہیں کیونکہ نمائندے ہوتے ہیں۔

تو جس کی جس ملک میں جتنی طاقت ہوتی ہے، سفیر اتنا ہی قوی ہوتا ہے، سفارت میں اس کی اتنی ہی قوت ہوا کرتی ہے۔ تو یہ دیکھو کہ یہ کس کے سفیر ہیں، یہ دیکھو کہ کس کے نمائندے ہیں۔ یہ اس کے سفیر ہیں جو خالق ہے، یہ اس کے سفیر ہیں جو مالک ہے، یہ اس کے سفیر ہیں جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ تو جب یہ اس کے سفیر ہیں تو یہ دنیا کے سامنے ثابت کریں گے کہ ہم اس کے سفیر ہیں کہ وہ خالق ہے تو ہم

Presented by Ziaraat.Com

کبھی خلق کر کے دکھائیں گے، وہ مالک ہے تو ہم بھی اپنی ملکیت کے اُوپر اپنا تصرف ظاہر کر کے دکھائیں گے کہ ہمارے اشارے پر دیکھو سورج پلٹ رہا ہے، ہمارے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہو رہا ہے، ہمارے اشارے پر مُردے زندہ ہو رہے ہیں۔

ہم پوسٹ مین نہیں ہیں بلکہ اس کی طرف سے سفیر ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ آپ دیکھیں کہ کہہ دیا گیا کہ صاحب ڈاکیہ کی تنظیم تھوڑی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ پوسٹ مین کی حیثیت رکھتے ہیں، پیغام لے کر آئے ہیں۔ اس بات سے بچوں اور جوانوں کا ذہن بہک جاتا ہے کہ صحیح بات تو کہ ڈاکیہ کی کون عزت کرتا ہے؟

تو میں عرض کروں کہ ہاں بات بالکل صحیح ہے کہ پوسٹ مین کی تنظیم نہیں ہوتی ہے۔ ڈاکیہ کی تنظیم نہیں ہوتی ہے، پیغامبر کی تنظیم نہیں ہوتی، پیغام کی تنظیم ہوتی ہے پیغام لانے والے کی تنظیم نہیں ہوتی۔

لیکن کوئی پیغامبر پیغام لے کر آیا، ہم نے وہ پیغام کھولا، پیغام میں لکھا ہوا تھا کہ یہ دیکھو یہ پیغام لانے والا کوئی عام آدمی نہیں بلکہ میرا محبوب ہے، یہ سید و سردار ہے، یہ وہ ہے جو طیب و طاہر ہے، یہ وہ ہے جو پاک و پاکیزہ ہے، یہ وہ ہے کہ جس کی وجہ سے ہم نے پوری کائنات کو خلق کیا ہے، تو اب صرف پیغام کی تنظیم نہیں ہوگی بلکہ پیغمبر کی بھی ویسی تنظیم ہوگی۔

یہ معاذ اللہ پوسٹ مین اور ڈاکیہ کی حیثیت نہیں ہے ان کی، یہ سفیر ہیں، اس لیے جب جناب عیسیٰؑ تشریف لائے تو جناب عیسیٰؑ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری طرف نبیؑ بنا کر بھیجا گیا ہے، رسولؑ بنا کر بھیجا گیا ہے، اور مجھے آیات دیں ہیں۔ مجھے نشانیاں اس نے دی ہیں، مجھے معجزات دیئے ہیں۔ ڈاکیہ معجزے نہیں دکھاتا، ڈاکیہ نشانیاں نہیں دکھاتا، ڈاکیہ اپنے ثبوت نہیں پیش کرتا، ہاں جو سفیر ہوتا ہے وہ اسناد

Presented by Ziaraat.Com

سفارت پیش کرتا ہے کہ دیکھو یہ اسناد سفارت ہیں کہ ہم اس حکومت کی طرف سے نمائندے بن کر آئے ہیں۔ تو کیونکہ یہ سفیر تھے تو فقروں کے طور پر اسناد سفارت عطا کی گئی ہیں۔

اگر وہ خالق ہے، خلق کرنے والا، وہ پیدا کرنے والا ہے تو ہم سفیر ہیں، ہم بھی تمہیں خلق کر کے دکھائیں گے۔

نہیں نہیں، یہ نہ کہیے کہ کوئی شرک ہو گیا، خالق تو اللہ ہے۔ قرآن ارشاد کر رہا ہے، جب جناب عیسیٰؑ تشریف لائے تو کہا: "میں تمہاری طرف آیا ہوں اللہ کا نمائندہ بن کر"۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ (آل عمران:۴۹)

"میں ایک بشر کو بنا رہا ہوں مٹی سے"۔

تو خلق کا لفظ اور جو مٹی کا لفظ اللہ اپنے لیے استعمال کر رہا ہے، وہی جناب عیسیٰؑ قرآن میں اپنے لیے استعمال کر رہے ہیں کہ میں خلق بھی کر رہا ہوں اور مٹی سے خلق کر کے دکھا رہا ہوں کیونکہ اس خالق کا نمائندہ ہوں۔

دیکھ لو اکہ مجھ میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں؟

فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران:۴۹)

عجیب جملے ہیں۔ اگر دیکھا جائے وہابی مسلک کے لحاظ سے تو پوری آیت شرک ہے......(صلواۃ)

جناب عیسیٰؑ فرما رہے ہیں کہ میں خلق کرتا ہوں۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں خلق کرتا ہوں بشر کو مٹی سے، اور جناب عیسیٰؑ فرما رہے ہیں کہ میں خلق کرتا ہوں مٹی سے۔ شرک ہوا کہ نہیں؟

Presented by Ziaraat.Com

فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران:۴۹)

"میں اس میں پھونک ماروں گا تو وہ پرندہ بن کر اُڑ جائے گا"

یہی جملے اللہ نے جناب آدمؑ کے لیے استعمال کیے:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (سورۂ حجر:۲۹)

"ارے! جب میں اس میں اپنی روح پھونکوں گا تو یہ آدمؑ زندہ ہو جائیں گے"۔

تو جو جملے اللہ اپنے لیے استعمال کر رہا ہے وہی سفیرِ الٰہی اپنے لیے استعمال کر رہا ہے۔

وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ (آل عمران:۴۹)

"اور میں وہ ہوں جو شفاء دوں گا"۔

کہا جاتا ہے کہ کسی اور سے شفاء طلب نہ کرو، سوائے اللہ کے لیکن قرآن اعلان کر رہا ہے کہ جناب عیسٰیؑ نے ارشاد فرمایا کہ "میں جو مبروص ہوں اُن کو شفاء دیتا ہوں اور اندھوں کو بینائی عطا کرتا ہوں۔ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى

ایک غیر اللہ کہہ رہا ہے، اور سب چیزوں کی نسبت اپنی طرف دے رہا ہے۔ میں خلق کرتا ہوں، میں زندہ کرتا ہوں، میں مریضوں کو شفاء دیتا ہوں، مَیں جو مبروص ہیں ان کو شفاء دیتا ہوں، جو نابینا ہیں ان کو بینائی دیتا ہوں، میں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

مگر ہر ایک کے ساتھ یہ جملہ لگا ہوا ہے: بِاِذْنِ اللّٰهِ اپنی طرف سے نہیں کیونکہ سفیر ہوں اس کا، تو اس کی طرف سے ہے۔ اللہ کی اجازت سے، اللہ کی طرف سے سارے کام کر رہا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

تو ہم کب کہتے ہیں کہ رسولؐ اپنی طرف سے شفاعت کریں گے بلکہ میدانِ حشر میں جو شفاعت ہوگی وہ اللہ کی اجازت سے ہوگی..... (صلوات)

وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی (آل عمران:۴۹)

"میں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں" مگر بِاِذْنِ اللّٰہِ اللہ کے اذن سے۔

اب اسی آیت کے ذیل میں ابھی آپ کے سامنے عرض کروں کہ جس کو میں عنوان کلام بیان کیا ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

"میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اس کے اذن سے" عجیب فرق ہے دوسرے انبیاءؑ میں اور ہمارے آخری رسولؐ میں۔ ارے جہاں جو جملہ کہا جناب عیسیٰؑ نے، ساتھ بِاِذْنِ اللّٰہِ لگا ہوا؟

میں خلق کرتا ہوں اللہ کے اذن سے، میں پھونکتا ہوں اللہ کے اذن سے، میں بینائی دیتا ہوں اللہ کے اذن سے، میں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے اذن سے۔

ہر جملہ کے بعد اذنِ اللہ لگا ہوا، لیکن پورے قرآن میں صرف ایک مرتبہ رسولؐ کے لیے آیا کہ "ہم نے ان کو اجازت دے دی" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبیؑ کو ہر کام کے لیے بار بار اجازت مانگنا پڑ رہی تھی۔ پالنے والے اجازت ہے یا نہیں، پالنے والے اجازت ہے یا نہیں۔

لیکن جب اس رسول کو بھیجا تو کُلی اجازت دے کر بھیجا کہ ساری اجازت

Presented by Ziaraat.Com

تجھے پہلے اس لیے دے رہا ہوں کہ تجھے بار بار اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں۔

ارے! جب دل چاہے سورج کو پلٹا دینا، چاند کے دو ٹکڑے کر دینا، مُردے کو زندہ کر دینا، پتھروں سے تسبیح پڑھوا دینا..... (صلواۃ)

کیونکہ شرک بت بنا کر ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس بت کو توڑ دیں..... (صلواۃ)

یہ قرآن کی آیتیں نہیں ہیں جو پیش کر رہا ہوں بلکہ یہ ہتھوڑے ہیں شرک کے بت کو توڑنے کے لیے۔

ایک اور آیت پیش کر دوں آپ کے سامنے، اگر ہم مسلک وہابیت کو قبول کر لیں تو پوری آیت شرک پر مبنی ہے۔

جناب یعقوبؑ جب ان کو پتہ چل گیا کہ جناب یوسفؑ سلطنت مصر پہ ہیں اور اس کے بعد پوری ملاقات ہوئی تو واپس جناب یعقوبؑ کے پاس آئے:

قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا (سورۂ یوسف:۹۷)

"اے میرے بابا! ہمارے لیے مغفرت کی دعا مانگیں، کیونکہ ہم بڑے گناہگار ہیں"۔

تب حضرت یعقوبؑ کو فوراً کہنا چاہیے تھا کہ شرک کر رہے ہو، کیونکہ مجھ کو دعا میں وسیلہ بنا رہے ہو تم۔

کہہ رہے ہیں: بابا! آپ ہمارے لیے مغفرت کی دعا مانگئے تو جناب یعقوبؑ کو ارشاد فرمایا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ (سورۂ یوسف:۹۸)

"ہاں! عنقریب میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا مانگوں گا"۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب یعقوبؑ سے مغفرت کی دعا طلب کی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیٹوں نے باپ کو وسیلہ بنایا۔ جو گناہ گار بیٹے ہیں انہی نے باپ کو مغفرت کا وسیلہ بنایا۔ اگر وسیلہ بنانا شرک ہے تو پھر قرآن شرک کی تبلیغ خود کر رہا ہے۔

کیونکہ اگر یہ شرک ہوتا تو جناب یعقوبؑ فوراً ان کی تکذیب کر دیتے کہ براہِ راست مانگو، مجھے وسیلہ نہ بناؤ، پھر قرآن بھی مذمت کرتا کہ انھوں نے ایک گناہ کا اور اضافہ کر لیا۔

یوسفؑ کو جہاں اذیت پہنچائی تھی وہاں مشرک بھی ہو گئے۔ لیکن جناب یعقوبؑ کا قبول کرنا اور قرآن میں اس کا تذکرہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ دعاؤں میں انبیاءؑ کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔

اچھا! جب یہ آیت پیش کی گئی تو کہا گیا کہ ارے! وہ تو بہت پرانی بات ہے، یعنی پرانے زمانے میں شرک ہو سکتا تھا، آج نہیں ہو سکتا۔

کہتے ہیں کہ وہ جناب یعقوبؑ کی بات تھی، یہ بتائیے کہ رسولؐ کے زمانے میں ہوا کہ نہیں ہوا۔ تو مجھے یہ بتا دیجیے کہ توحید کبھی بدلی؟ کیا عقیدے میں کبھی کوئی فرق ہوا۔

آپ دیکھیں کہ شریعتوں میں تبدیلیاں ہوئی ہیں، مگر عقیدوں میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پوری تاریخ انبیاءؑ کی اٹھا کر آپ دیکھ لیں۔ عقیدوں میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اصول میں تبدیلیاں نہیں ہوئی ہیں۔ فروع میں تبدیلیاں ہوئی ہیں، شریعت میں تبدیلیاں کچھ نہ کچھ ہوئی ہیں مگر عقائد میں تبدیلی نہیں ہوئی۔

یہ نہیں کہ آدمؑ کوئی توحید لے کر آئے ہوں اور جناب نوحؑ کوئی اور لے

Presented by Ziaraat.Com

آئے ہوں اور جناب ابراہیمؑ نے کچھ اور فرق کر دیا ہو۔ یعنی یہ نہیں کہ درجہ بدرجہ توحید میں کوئی ترقی ہوئی ہو کہ پہلے دو خدا تھے، بعد میں گھٹ کر ڈیڑھ ہوئے، آخر میں ایک ہوا۔

نہیں نہیں! توحید میں کوئی فرق نہیں ہے، جو چیز پہلے خالف توحید تھی، جو شرک جناب آدمؑ کے زمانے میں تھا، وہ جناب خاتمؐ کے زمانے میں بھی وہی شرک تھا۔ تو یہ بات نہ کہیے کہ یعقوبؑ کے زمانے میں اور رسولؐ کے زمانے میں بڑا فرق ہے۔ جو اس زمانہ میں شرک تھا وہ اس زمانہ رسالتؐ میں بھی شرک ہے۔

تو مجھے بتائیے کہ قرآن نے اس کی تصدیق کیوں کی، خود زمانہ رسالت مآبؐ کی تصدیق، قرآن مجید کر رہا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت ۶۴ دیکھیے۔ اس میں اعلان ہو رہا ہے، گناہگاروں سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھو:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

ارے! جب انھوں نے گناہ کیے تو کاش اے رسولؐ! تمہارے پاس آ جاتے اور یہ اللہ سے مغفرت مانگتے اور تمہارے ذریعہ سے بھی اللہ سے مغفرت طلب کرتے تو اللہ کو بڑا تواب و رحیم پاتے۔

مجھے یہ بتائیے کہ یہ قرآن زمانہ رسالت میں شرک کی تعلیم دے رہا ہے۔ اگر مغفرت ہی مانگنا ہے تو رسولؐ کی خدمت میں آؤ، خود بھی اللہ سے مغفرت طلب کرو اور رسولؐ کو بھی وسیلہ بنالو، تب اللہ کو تواب و رحیم پاؤ گے۔۔۔۔(صلوات)

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (سورۂ نساء:۶۴)

"کاش جنہوں نے گناہ کیا تھا تو یہ رسولؐ کے پاس آ جاتے اور

Presented by Ziaraat.Com

اللہ سے بھی مغفرت طلب کرتے اور رسولؐ کے ذریعے سے بھی"۔

یعنی خالی اللہ سے براہِ راست مغفرت طلب نہ کرو بلکہ رسول کو وسیلہ بناؤ۔ رسول کو بھی اگر یہ وسیلہ بناتے تو اللہ کو تواب و رحیم پاتے۔ یعنی اس وقت تک اللہ تواب و رحیم نہیں ہے جب تک کہ تم رسول کو وسیلہ نہ بناؤ اور جب یہ آیت پیش کی گئی تو کہا گیا کہ ارے وہ جب زندہ تھے رسولؐ تب کی بات ہے۔

اب یہاں سے مسئلہ حیاتِ النبیؐ شروع ہو جاتا ہے کہ جہاں پر وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہاں قرآن کی آیت ہے، ہم جھٹلا نہیں سکتے، ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ پہلے تو مکمل انکار، وسیلہ بنا ہی نہیں سکتے، شرک ہے، بدعت ہے، شرک ہے وہ، واجب القتل ہے اگر کسی اور کو وسیلہ بنایا۔ براہِ راست اللہ سے مانگو۔

جب قرآن کی آیات پیش کی گئیں۔ پہلی آیت جناب یعقوبؑ کے لیے تو بہانہ بنایا گیا کہ پرانی بات ہے اور زمانۂ رسالتؐ کی آیت پیش کی گئی تو کہا گیا: ارے وہ تو زندگی کا معاملہ تھا اب تو مر گئے۔ معاذ اللہ مٹی میں مل گئے، اب کیوں پکار رہے ہو؟

تو یہاں سے مسئلہ حیاتِ نبیؐ شروع ہوتا ہے۔ مجھے اتنا بتا دیجیے کہ آج ہمیں جو نعمتیں مل رہی ہیں کس کے طفیل؟ وہ رحمۃ للعالمینؐ ہیں ساری رحمتیں ان کے طفیل میں ہیں۔ یہ سورج جو چمک رہا ہے، یہ ان کے طفیل میں ہے، یہ سورج کی روشنی ہمیں مل رہی ہے، یہ ان کے طفیل مل رہی ہے، یہ چاند کی جو روشنی ہے یہ ان کے طفیل ہے، یہ زمین پر جو سبزہ اُگ رہا ہے یہ بالطفیل محمدؐ ہے۔

اور محمدؐ ایک نہیں چودہ ہیں۔ اسی لیے میں صرف لفظ محمدؐ استعمال کر رہا ہوں اپنے اس عقیدے کے تحت کہ:

Presented by Ziaraat.Com

اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَاَوسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَآخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَکُلُّنَا مُحَمَّدٌ

یہ سب کے سب محمد ہیں، اسی لیے میں صرف ایک نام استعمال کر رہا ہوں کہ یہ نام وہ ہے جس کے مصداق چودہ ہیں۔

یہ جتنی نعمتیں تقسیم ہو رہی ہیں، خود چھٹے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رحیم وہ ہے، رحمٰن وہ ہے، مگر اس کی رحمتیں ہمارے ذریعہ سے تقسیم ہوتی ہیں۔ ہم اس کا وہ کھلا ہوا ہاتھ ہیں کہ جن کے ذریعے سے وہ اپنی رحمتیں بانٹتا ہے۔

تو اس کا مطلب ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ وہ ہیں کہ جن کے ذریعے سے دنیا کو نعمتیں ملتی ہیں۔ ہمارا رسولؐ وہ ہے جو نعمتوں کو تقسیم کر رہا ہے، جو سورج کی روشنی مل رہی ہے تو اسی کے طفیل میں، جو چاند کی چاندنی مل رہی ہے تو اسی کے طفیل میں، جو سبزہ اُگ رہا ہے وہ اسی کے طفیل میں، جو ستارے چمک رہے ہیں وہ اسی کے طفیل میں، جو زمین سے غلہ اُگ رہا ہے وہ اسی کے طفیل میں۔

تو وہ اپنی نعمتیں ان کے ذریعہ سے تقسیم کر رہا ہے، بانٹ رہا ہے ان کے ذریعہ سے، تو یاد رکھئے کہ بانٹنے والے کے لیے دو شرطیں ہوتی ہیں: تقسیم کرنے والے کے لیے دو شرطیں ہوتی ہیں:

ایک تو یہ کہ وہ زندہ ہو، اور دوسری شرط یہ کہ جو چیز تقسیم کر رہا ہو، وہ اس کی ملکیت میں ہو، اس پر اس کا اختیار ہو۔ تو جب ساری نعمتیں رسول تقسیم کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ "جب تک یہ نعمتیں دنیا میں باقی ہیں وہ تقسیم کرنے والا بھی باقی ہے"۔

ایک اور دلیل دے رہا ہوں اور وہ دلیل یہ ہے کہ ہر مسلمان مانتا ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے، چاہے وہ کسی مسلک سے تعلق رکھتا ہو، کہ یہ قرآن معجزہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تو اب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا چودہ سو سال پہلے معجزہ تھا آج نہیں؟ سب مسلمان کہیں گے کہ بھئی! آج بھی معجزہ ہے، اگر کوئی انکار کردے تو مسلمان نہیں رہتا۔ چوداں سال پہلے معجزہ، آج بھی معجزہ اور قیامت تک کے لیے معجزہ ہے۔

اور جو یہ عقیدہ نہ رکھے وہ مسلمان نہیں رہتا۔ تو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید معجزہ تھا، معجزہ ہے اور رہے گا۔

ہر مسلک کے عالم نے یہ بات تحریر کی کہ معجزہ کے لیے ایک شرط ہے، وہ شرط یہ ہے کہ جس نبیؑ کو وہ معجزہ دیا گیا ہے وہ اپنے معجزہ کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔ کسی عالم کی کتاب، کسی فرقہ کی کتاب دیکھ لیجیے جہاں جہاں اس نے قرآن کے اعجاز کا تذکرہ کیا ہے وہاں یہ شرط لکھی ہے کہ جس نبیؑ کو وہ معجزہ دیا گیا ہے وہ نبیؑ اس معجزہ کے ساتھ ساتھ موجود رہے۔

اور اگر وہ شے جو بطور اعجاز دی گئی ہے وہ موجود ہے دنیا میں مگر ظاہری طور پر نبی موجود نہیں ہے تو پھر وہ شے معجزہ نہیں رہتی۔ پھر اس کے اعجاز کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر وہ چیز معجزہ نہیں رہتی، اس کے لیے کئی مثالیں دی جاتی ہیں جیسے جناب سلیمانؑ کا تخت، اس کا اعجاز یہ تھا کہ جب آپ تشریف فرما ہوتے تھے تو وہ ہوا میں اُڑتا تھا۔ اس کے بعد روایت کہتی ہے کہ جناب سلیمانؑ دنیا سے رخصت ہوئے، وہ تخت موجود تھا، مگر پھر ہوا میں نہیں اُڑا، تخت تو وہی ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ کیونکہ وہ رسول نہیں رہا، نبی نہیں رہا، تخت موجود ہے مگر معجزہ نہیں۔ اسی طرح سے جناب موسیٰؑ کا عصا، اس کی خصوصیت یہ تھی کہ جب زمین پر ڈالتے تھے تو وہ سانپ اور اژدھا بن جاتا تھا اور جب آرام کرنے کے لیے لیٹتے تھے

Presented by Ziaraat.Com

تو سایہ دار درخت بن جاتا تھا مگر کب تک؟ جب تک جناب موسیٰؑ کی ظاہری حیات رہی۔ جب جناب موسیٰؑ دنیا سے رخصت ہو گئے تو روایت کہتی ہے کہ تین سو برس تک یہ عصا بنی اسرائیل میں تھا مگر یہ اژدھا بنا، نہ سایہ دار درخت بنا کیونکہ وہ دستِ موسیٰؑ نہیں رہا کہ جس کو بطور معجزہ دیا گیا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک معجزہ کے ساتھ یہ شرط ہے کہ جس نبیؑ کو وہ معجزہ دیا گیا ہے وہ نبیؑ اس معجزہ کے ساتھ ساتھ موجود ہو۔

تو اب پھر میں سوال کرتا ہوں کہ مجھے بتایئے کہ قرآن مجید معجزہ ہے یا نہیں؟

ہر مسلمان کہے گا کہ معجزہ ہے، قیامت تک معجزہ رہے گا۔ اگر نہیں مانا تو مسلمان نہیں، تو میں پوچھوں گا کہ آپ ہی کے سارے علماء تحریر کر رہے ہیں کہ معجزے کے لیے شرط یہ ہے کہ جس نبیؑ کو وہ معجزہ دیا گیا ہے وہ نبیؑ اس معجزے کے ساتھ ساتھ موجود رہے تو مجھے اتنا بتا دیجیے کہ قرآن تو موجود ہے، وہ نبیؑ کہاں ہے کہ جن کو بطور معجزہ یہ قرآن دیا گیا ہے۔

تو اس قرآن کریم کو ہم معجزہ کیسے مانیں، تو صرف دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ جس کی وجہ سے قرآن کا اعجاز بچ سکتا ہے۔ قرآن کا اعجاز محفوظ رہ سکتا ہے اور اگر قرآن کا اعجاز محفوظ ہوا تو آپ کا اسلام بھی محفوظ ہوا۔ کیونکہ شرط یہ ہے کہ جو چیز بطور معجزہ دی گئی ہے وہ نبیؑ ساتھ ساتھ موجود رہے تو قرآن تو ہے مگر وہ نبیؑ کہاں ہے کہ جن کو یہ قرآن دیا گیا۔

یا تو یہ مانیے کہ اس نبیؑ کی ظاہری حیات ابھی ہے، وہ نبی ابھی موجود ہے، ورنہ پھر قرآن معجزہ نہیں رہے گا۔

اس نبیؑ کی زندگی کو مانیے، اس نبیؑ کی حیات کو تسلیم کیجیے، اگر اس کو نہیں ماننا

Presented by Ziaraat.Com

چاہتے تو پھر دوسری بات ماننا پڑے گی کہ قیامت تک کوئی ہُو بہ ہُو محمدؐ جیسا موجود رہے گا، جو اعجاز قرآن کی حفاظت کرتا رہے گا۔

کہا جاتا ہے کہ رسولؐ دنیا سے رخصت ہو گئے، معاذ اللہ مٹی میں مل گئے۔ اب ان کو نہ پکارو۔ اب ان کو آواز نہ دو۔ اب جو تم جا رہے ہو قبر شریف پر، تو اب تم مُردے کو آواز دے رہے ہو، اب تم مٹی کو آواز دے رہے ہو، جو نہ تمہارا کوئی جواب دے سکتا ہے، نہ تمہاری مدد کر سکتا ہے، نہ تمہاری آزمائش سن سکتا ہے، نہ تمہارے سلام کا جواب دے سکتا ہے۔

تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر رسول کو معاذ اللہ مُردہ سمجھ لیا، اگر رسول کو مٹی سمجھ لیا تو یاد رکھو کہ پھر تمہیں اپنی آراؤں کو بدلنا پڑے گا۔ اگر رسولؐ مُردہ ہے، اگر معاذ اللہ فنا ہو گئے ہیں تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مُردہ مان رہے ہو، اگر مٹی مان رہے ہو تو پھر اذان کو بدل لو۔

مجھے اتنا بتا دیجیے کہ جو مُردہ اس کے لیے کیا لفظ استعمال ہوتا ہے اور جو زندہ ہے اس کے لیے کیا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مرحوم بڑے اچھے تھے، غالب بڑے اچھے شاعر تھے، اقبال بڑے شاعر تھے۔

یہ "تھے" کیوں استعمال ہو رہا ہے، اس لیے کہ نہیں ہیں کیونکہ موجود نہیں ہیں کیونکہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، کیونکہ مُردہ ہیں۔ اس لیے "تھے" استعمال ہو رہا ہے اور کوئی شاعر اگر موجود ہو تو ان کے لیے اگر کہہ دیں کہ بڑے اچھے شاعر تھے تو ظاہر ہے کہ وہ بگڑ جائیں گے۔

تو جو مر جائے اس کے لیے استعمال ہوتا ہے "تھے" اور جو زندہ ہو اس کے لیے استعمال ہوتا ہے "ہیں" ـــــ "تھے" اس بات کا ثبوت ہے کہ تھے، اب موجود

Presented by Ziaraat.Com

نہیں اور "ہیں" اس بات کا ثبوت کہ موجود ہیں، زندہ ہیں۔

تو مجھے بتاؤ کہ اذان میں کیا کہا جاتا ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے"۔

اور اس کے بعد ہم گواہی دیتے ہیں:

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

"ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں"۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ پانچ وقت اذانیں نہیں ہیں بلکہ حیاتِ محمدؐ کی ہر مسلمان دن میں پانچ بار گواہی دیتا ہے۔۔۔۔ (صلوات)

قرآن کہہ رہا ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا (آل عمران:۱۶۹)

"جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں ان کو مردہ نہ سمجھنا"۔

تو مجھے بتا دیجیے کہ جس کے بتائے ہوئے راستے پر اگر کوئی چلے تو ہمیشہ کی زندگی مل جائے تو کیا راستہ بتانے والا خود مر جائے گا۔۔۔۔ (صلوات)

جس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر ہمیشہ کی زندگی مل رہی ہے، جس کی بات مان کر تم ہمیشہ کے لیے زندہ رہ سکتے ہو، تو کیا خدا اسے موت دے دے گا، کیا خدا اسے حیات نہیں دے گا؟

ذکرِ مصائب

Presented by Ziaraat.Com

ہاں شہداء کا تذکرہ آ گیا تو تاریخ بشری کے جو عظیم ترین شہید ہیں۔ شہداء میں درجات ہیں۔ یقیناً اسلام کے لیے بہت سے لوگوں نے جانیں قربان کیں، ان کی شہادت ہمارے سر آنکھوں پر، جنگ بدر میں بھی شہید ہوئے مسلمان، جنگ اُحد میں بھی شہادتیں ہوئیں اور مقام پر بھی شہادتیں ہیں لیکن درجات ہیں۔ ہر چیز میں درجات ہیں تو شہادت کے بھی درجات ہیں۔

اور سب سے عظیم درجہ جو ہے وہ کربلا والوں کا ہے۔ کیونکہ شہادت کے ساتھ جتنی مصیبتیں بڑھتی جاتی ہیں اتنا ہی شہادت کا درجہ بڑھتا جاتا ہے۔ صرف گردن قلم ہوگئی شہید ہے مگر درجہ کم ہے لیکن اگر زخم لگایا گیا اسے، اگر تیروں، تلواروں کے زخم کھا کر دنیا سے رخصت ہوا تو اب شہادت کا درجہ بڑھ جائے گا کیونکہ اس کی تکلیفوں میں اضافہ آیا ہے۔

لہٰذا اب اس کی شہادت کا درجہ بلند ہے، اور اگر بھوکا پیاسا ہو، اور اس کے ساتھ پھر وہ شہادت کا درجہ حاصل کرے تو شہادت کا درجہ اور بڑھ جائے گا۔ تو کربلا کے شہید وہ ہیں جو تین دن کے بھوکے پیاسے۔

آیئے ایک تذکرہ کرتے ہیں ایسی شخصیت کا تذکرہ ہے جس کے لیے روایت کہتی ہے کہ کربلا سے پہلے وہ امام حسینؑ کے ساتھ نہ تھے، بلکہ ان کا شمار مخالفوں میں ہوتا تھا۔ مولا علیؑ کے ساتھ نہیں تھے، امام حسنؑ کے ساتھ نہیں تھے، کربلا سے کچھ پہلے تک امام حسینؑ کے ساتھ بھی نہیں تھے۔

جس وقت امام حسینؑ نے حج کو عمرے میں تبدیل کیا اور اس کے بعد مکہ سے رُخ کیا کربلا کا، تو کیونکہ امام حسینؑ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے، بیبیاں تھیں، لہٰذا قافلے کی رفتار کچھ دھیمی تھی اور زہیر بن قین جب حج مکمل کر کے چلے تو

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ ان کے قافلے کی تعداد کم تھی لہٰذا یہ تیز رفتاری سے چل رہے تھے تو دیکھا کہ ایک قافلہ آگے آگے جا رہا ہے۔

پوچھا: یہ کس کا قافلہ ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ نواسۂ رسولؐ امام حسینؑ کا قافلہ ہے۔

انہوں نے اپنے نوکروں سے کہا، اپنے غلاموں سے کہا: دیکھو! ایک بات کی احتیاط رکھنا، میں نہیں چاہتا کہ نواسہ رسولؐ سے میری ملاقات ہو، لہٰذا کہیں بھی خیمے لگانا تو قافلۂ حسینؑ سے دُور لگانا۔

اب روایت کہتی ہے کہ اسی طرح سے چل رہے تھے قافلے دونوں۔ آگے آگے آقا حسینؑ کا قافلہ ہے، لیکن جب بھی کہیں قافلہ رکتا تھا تو یہ اپنے خیمے دُور نصب کرواتا تھا۔ لیکن کربلا سے کچھ پہلے ایک جگہ ایسی تھی جو تنگ تھی، وہاں زیادہ گنجائش نہ تھی لہٰذا وہیں امام حسینؑ نے اپنے خیمے نصب کروائے اور مجبوراً زہیر کے خادموں نے بھی ان کے قریب خیمے نصب کیے۔ یہ اپنے خیمے کے اندر موجود تھے کہ اچانک دروازے پر کسی نے آواز دی۔ جناب زہیر باہر نکلے تو دیکھا تو سامنے جناب علی اکبرؑ ہیں۔

شہزادے آپؑ نے کیسے زحمت کی۔

کہا: اے زہیر! بابا نے آپ کو بلایا ہے۔

واپس خیمے کے اندر آئے، زوجہ نے پوچھا: اے زہیر! کیا بات ہے، کون تھا؟

کہا: شبیہ رسول علی اکبرؑ تھے۔

کہا: کاہے کے لیے آئے تھے؟

Presented by Ziaraat.Com

کہا کہ مجھے امام حسینؑ نے بلایا ہے۔

زوجہ نے کہا: اے زہیر! تمہیں شرم نہیں آتی، نواسہ رسول تمہیں بات کرنے کے لیے بلا رہے ہیں اور تم اس طرح سے بہانے بازیاں کر رہے ہو، جاؤ دیکھو کہ نواسہ رسول کہہ کیا رہے ہیں؟

جناب زہیر گئے، کچھ بات ہوئی، کچھ گفتگو ہوئی مگر جب پلٹے تو کردار بدلا ہوا تھا، انداز بدلا ہوا تھا۔ آتے ہی یہ کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا، اپنے تمام غلاموں اور عزیزوں سے کہا کہ جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔

بہت بڑے تاجر تھے، بڑی دولت تھی ان کے پاس۔ فرمایا: میری ساری دولت آپس میں بانٹ لو۔

یہی زہیر قین ہیں کہ جو شب عاشور کہ جب امام حسینؑ نے چراغ بجھایا اور فرمایا کہ میں اپنی بیعت تم سے اٹھاتا ہوں، تم سب مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ، یہ میرے دشمن ہیں تمہارے نہیں، لہٰذا کوئی تمہیں روکے گا نہیں تو سب سے پہلے جناب زہیر قین کھڑے ہوئے۔

اے آقا! یہ کیا فرما دیا، آپؑ کو چھوڑ کر چلے جائیں؟ اتنا بتا دیجیے کہ اگر میدانِ حشر میں رسولؐ کی بیٹی نے ہم سے پوچھ لیا کہ میرے لال حسینؑ کو دشمنوں کے نرغے میں تنہا کیوں چھوڑ آئے تو ہم جواب کیا دیں گے؟

اے آقا! یہ ایک ہزار دینار کی تلوار ہے، جب تک دم رہے گا، تلوار سے آپؑ کی نصرت کروں گا، آپؑ کی مدد کروں گا، دشمنوں پر حملہ کروں گا، جب تلوار اٹھانے کی طاقت نہیں رہے گی تو نیزے سے مقابلہ کروں گا اور جب نیزہ نہیں اٹھا سکوں گا تو پتھر اٹھا اٹھا کر ماروں گا۔ مگر آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔

Presented by Ziaraat.Com

اے آقا! ایک زندگی کیا ہے ستر زندگیاں مل جائیں تو ساری زندگیاں آپؑ پر نچھاور ہیں۔ اگر مرنے کے بعد، قتل ہونے کے بعد میری لاش جل کر راکھ کر دی جائے، اور راکھ کو فضا میں بکھیر دیا جائے اور دوبارہ اگر زندہ کیا جائے تو پھر بھی آپؑ ہی پر جان دوں گا اور جب صبح عاشور نمودار ہوئی، جب پہنچے ہیں میدانِ جنگ میں تو اتنے بہادر تھے کہ کسی کو سامنے آنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، کوئی سامنے نہیں آ رہا تھا۔

تاریخ کہتی ہے کہ اپنی زرہ اُتار کر پھینک دی اور صرف ایک کُرتہ پہنے ہوئے کہ اب تو مقابلہ کے لیے آجاؤ مگر پھر بھی کوئی مقابلے کے لیے نہیں آیا۔ تو پھر پسرِ سعد نے کہا کہ ان کو چاروں طرف سے گھیر کر ان پر تیر برسائے جائیں۔ اتنے تیر برسائے گئے کہ زخمی ہو کر زمین پر گرے، آقا کو آواز دی:

اے آقا! غلام کی خبر لیجیے۔ حسینؑ دوڑتے ہوئے پہنچے۔ زہیرؓ کا سر اپنے زانو پہ رکھا، جان نثار نے آقا کی گود میں دم توڑ دیا۔

***

Presented by Ziaraat.Com

مجلس ششم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- ..... ہمارے مسلک کو بھی ہمارے فرقہ کو بھی کافر کہا جاتا ہے
- ..... کیا ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کو بتائیں؟
- ..... حق کی طرف بلاؤ، سچائی کی طرف بلاؤ مگر حکمت کے ذریعے سے
- ..... ہم نے ان کو وسیلہ بنایا، لہٰذا وسیلے سے کبھی انکار نہ کرنا
- ..... اگر ہم یہ عقیدہ رکھ لیں کہ نبی وہ ہے جو بھول جایا کرتا تھا
- ..... اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے عشاء کی نماز دو رکعت کیوں پڑھائی؟
- ..... تصورِ رسالت کو اگر سمجھنا ہو تو ان کے ذریعہ سے سمجھو۔

ذکر مصائب

- ..... جناب علی اکبرؑ کی شہادت
- ..... اہلِ حرم سے رخصتی

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ ششم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

موضوع تھوڑا سا خشک ہے لیکن بے انتہا مفید ہے کیونکہ دو سو سال سے جو مسلمانوں میں قتل و غارت گری ہے آپس میں۔ اختلافی موضوع تو ہے مگر مجبوراً اصلاح کی خاطر بیان تو کرنا ہے۔

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جن بنیادوں کے اُوپر ہمارے مسلک کو بھی، ہمارے فرقہ کو بھی کافر کہا جاتا ہے، مشرک کہا جاتا ہے بلکہ سارے مسلمانوں کو کہا جاتا ہے اور اس کے بعد یہ بھی فتویٰ ہے کہ ان کا قتل واجب ہے، تو یہ جتنے فرقہ بنے ہیں اسلام میں اختلاف پھیلانے کے لیے، آپ کوئی بھی اپنا مسلک رکھ سکتے ہیں، لیکن آپ کو یہ کہنے کا حق کہاں سے حاصل ہوگیا کہ اگر میری بات نہیں مانو گے تو قتل کردیے جاؤ گے۔

چلو! آپ کے فتوے کے لحاظ سے سارے مسلمان کافر صحیح تو جب اللہ نے

Presented by Ziaraat.Com

ان کو زندہ رہنے کا حق دیا ہے، جو خالق ہے، مالک ہے، تو آپ کون ہیں جو یہ حق چھیننے والے ہیں؟ آپ کون ہیں فتویٰ دینے والے کہ فلاں کی گردن کاٹ دی جائے، ان کو ختم کر دیا جائے، ان کو مٹا دیا جائے، اسی لیے کیوں اس وقت عراق اور افغانستان میں اور پاکستان میں اور دوسرے مقامات پر، امریکن بمباری سے اتنے مسلمان نہیں مارے گئے ہیں جتنا آپس میں ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔

اور اس کے بعد نوجوانوں کو بہکایا جاتا ہے، بچوں کو گمراہ کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ خواتین کو استعمال کیا جا رہا ہے اس معاملے میں، کہ وہ اپنے اُوپر بم باندھ کر وہ آتی ہیں بازاروں میں، اور اس کے بعد خود بھی اپنے کو اُڑا لیتی ہیں اور اس کے ساتھ سو، دو سو لوگوں کو اور مار دیا جاتا ہے۔

خودکش بمباری کی وجہ سے چار لاکھ لوگ مر چکے ہیں تو بتائیے کہ ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ یہ سب غلط ہو رہا ہے، کیا ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کو بتائیں، یہ صرف بہکایا جا رہا ہے، یہ سازشیں ہیں اسلام کے خلاف، تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر ختم ہو جائیں، ایک دوسرے کو خود قتل کر ڈالیں، مار ڈالیں۔

تمام مسلمانوں میں یہی فرقہ بندیاں کی جا رہی ہیں، شیعوں میں بھی یہی ہے۔ سازشوں کے تحت طرح طرح کے عقائد پھیلائے جا رہے ہیں تاکہ یہ آپس میں لڑنے لگیں اور پھر یہاں بھی یہی بات ہے کہ اگر ہماری بات نہیں مانی تو کفر کا فتویٰ ہے۔ شیعوں میں بھی شروع کر دیا تاکہ یہ بھی آپس میں لڑتے رہیں۔ تو ظاہر ہے کہ وہ تمام چیزیں ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔

امام خمینیؒ نے ایک جملہ کہا تھا کہ "مسلمان اس پر لڑ رہے ہیں ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں یا ہاتھ باندھ کر پڑھیں۔ ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں کہ ہاتھ کھول

Presented by Ziaraat.Com

کر نماز یا ہاتھ باندھ کر نماز مگر جو دشمن ہیں سامنے، اس کی نظر ہاتھوں پر ہے کہ نہ کھل ہوئے ہاتھ باقی رہیں نہ بندھے ہوئے ہاتھ باقی رہیں۔

تو آپس میں لڑنا کتنی بڑی حماقت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دشمنوں کی سازش کا شکار ہو رہے ہیں، اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ حق پہچاننا چاہیے، مگر اس طرح سے نہیں کہ فتنہ وفساد میں اضافہ ہو، فتنہ وفساد بڑھے بلکہ کوشش یہ ہونا چاہیے کہ ہماری بات سے اور ہم جو تقریر کر رہے ہیں اس سے غلط فہمیاں ختم ہوں نہ یہ کہ غلط فہمیوں میں اور اضافہ ہو۔

اگر ہم نے فتنہ وفساد میں اضافہ کیا، ہماری وجہ سے فتنہ وفساد پھیلا تو آپ یاد رکھیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم مذہب اہل بیتؑ کو سمجھے ہی نہیں، مقصد اہل بیتؑ سے واقف ہی نہیں، سیرت اہل بیتؑ ہم جانتے ہی نہیں ہیں۔ بیٹھ گئے ہیں نمائندہ اہل بیتؑ بن کر مگر اہل بیتؑ کو ہم پہچانتے ہی نہیں..... (صلواۃ)

تو یہ جتنی فرقہ بندیاں ہیں، خود ایران میں بہائیت، بابیت، یہ سب شیعوں میں فرقے پیدا کیے گئے، سب دشمنوں کی جانب سے، اور آج بھی یہ سازشیں جاری و ساری ہیں۔ لہٰذا اس منبر کا فریضہ یہ ہے کہ ہماری کوشش یہ ہو کہ اختلافات ختم ہوں۔

اگرچہ موضوع اختلافی ہے لیکن پھر بھی اس کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ جو نوجوانوں کو، بچوں کو بہکایا جا رہا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف اُکسایا جا رہا ہے اور ایک دوسرے کی جان لینے پر آمادہ ہو رہے ہیں، وہ باتیں کسی طرح سے ختم نہ ہوں تو کم از کم کچھ حد تک کم تو ہو جائیں۔

سینکڑوں چینل ایسے ہیں مختلف زبانوں میں، وہ صرف مصروف ہیں شیعوں کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے، اور ہمارا عالم کیا ہے ایک چینل بھی نصیب نہیں ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

ہم کوئی بات کا جواب دے سکیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم میں غفلت ہے۔ بس وہی آیت نگاہوں کے سامنے ہے کہ:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (سورۂ نحل، آیت ۱۲۵)

دیکھو! حق کی طرف بلاؤ، سچائی کی طرف بلاؤ، مگر حکمت کے ذریعے سے بلاؤ، لفاظی کے ذریعہ سے نہیں، لسانی کے ذریعہ سے نہیں، ایسے نکتوں کے ذریعہ سے نہیں کہ اگر بچہ بھی غور کرلے تو ہنسنے لگے اور دیکھو! اچھے موعظہ سے بلاؤ اور کبھی مجادلہ کی نوبت بھی آجائے تو اس میں بھی دیکھو! اچھا طریقہ اختیار کرنا تو بہترین طریقہ ہو وہ اختیار کرنا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں طریقہ تبلیغ بتایا جارہا ہے اور اس کے بعد چھٹے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرمارہے ہیں:

''ہماری باتوں میں اتنا حُسن ہے، اتنی کشش ہے کہ اگر تم دوسروں کے سامنے پیش کرو گے تو وہ خود بخود تم تک کھنچ کر آجائیں گے''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوتاہی ہماری طرف ہے ورنہ یہ مذہب اتنا حسین ہے، اتنا خوبصورت مذہب ہے کہ ممکن ہی نہیں کہ اس کا اثر نہ ہو۔

میں نے کہا کہ اتنی باتیں ہیں کہ سو عشرے بھی اس کے لیے کم ہیں، میں تو چاہتا ہوں کہ جو بالکل بنیادی چیزیں ہیں وہ بیان کردوں۔

صرف ایک شفاعت جس کو میں نے شروع کیا ہے، یہی موضوع ایسا ہے کہ دو یا تین عشرے اس کے لیے چاہئیں، جو شفاعت کا انکار کیا جاتا ہے کہ کوئی شفیع

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہوسکتا، کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہوسکتا میدانِ حشر میں، اور اگر شفاعت کا ہم نے عقیدہ رکھا تو پھر یہ کفر ہے، شرک ہے (معاذاللہ) جب کہ میں نے کہا تھا کہ قرآن میں اٹھائیس آیات ایسی موجود ہیں جو شفاعت ثابت کرتی ہیں۔

تو یہ کہا گیا کہ اگر کوئی شفاعت کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر ہے، وہ مشرک ہے۔ جبکہ آپ یاد رکھیں کہ دنیا کی کوئی چیز بھی بغیر شفاعت کے نہیں ہے۔ شفاعت کے معنی ہیں دو کا ہونا، جیسے اُردو میں ہوتا ہے کہ ایک ہوتا ہے جفت اور ایک ہوتا ہے طاق تو وتر ہے طاق اور شفع جو ہے وہ ہے جفت۔ یعنی دوسرا ہٹ سے کہنا چاہیے، شفاعت کے معنی ہیں کسی کی کمزوری کو دُور کرنا۔ اگر کہیں تھوڑی سی کمی رہ جائے تو اس کمی کو دُور کر دینا شفاعت ہے شرک نہیں ہے۔

میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ لاکھ شفاعت کا منکر ہو لیکن اگر بچے کے ایک دو نمبر کم ہو گئے تو فوراً پہنچیں گے اسکول ماسٹر صاحب کے پاس کہ ایک ہی دو نمبر تو کم ہیں۔ پورا سال خراب ہو جائے گا بچے کا۔ کچھ کوتاہی ہو گئی تھی، تھوڑا سا مریض ہو گیا تھا لہٰذا یہ نمبر جو اس کے رہ گئے ہیں اگر ایک نمبر آپ دے دیں گے تو یہ پاس ہو جائے گا۔ دوسری کلاس میں چلا جائے گا۔

یہ آپ شفاعت طلب کر رہے ہیں۔ جس شفاعت کو آپ حرام کہہ رہے ہیں، جس شفاعت کو آپ شرک کہہ رہے ہیں، یہی شفاعت ہے اور میدانِ حشر میں یہی ہوگا۔

کافروں کی نہیں ہوگی شفاعت، مشرکوں کی نہیں ہوگی، جو نماز کے وجود سے انکار کرتے ہیں ان کی نہیں ہوگی، جو زکوٰۃ کے وجود سے انکار کرتے ہیں ان کی نہیں ہوگی، شفاعت ہوگی ان مومنین کی کہ جن کی ہلکی سی کوتاہی سے کچھ نمبر کم رہ گئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

انسان کی زندگی بغیر شفاعت کے بسر نہیں ہو سکتی۔ شفاعت، یعنی کسی دوسرے سے مدد لینا۔

تو مجھے اتنا بتایئے کہ پوری زندگی میں ہماری شفاعت ہی شفاعت ہے، ہم مدد لیتے ہیں کیا کسی انسان کے لیے ممکن ہے کہ خود ہی وہ مالک بھی ہو، خود ہی نوکر بھی ہو؟ کیا کسی انسان کے لیے ممکن ہے کہ خود زمیندار بھی ہو اور کاشتکار بھی ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ مکان بھی اپنے لیے خود ہی بنائے، اپنا خود علاج بھی کرے۔ مزدوری کرے، محنت بھی کرے، تجارت بھی کرے، اپنے لیے کپڑا بھی بُنے۔ سب کچھ خود کرے۔

نہیں! بلکہ اس کی پوری زندگی میں کسی نہ کسی کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور یہی مدد لینا ہی شفاعت ہے..... (صلواۃ)

تو پوری انسانی زندگی کا انحصار ہے شفاعت کے اُوپر، بغیر شفاعت کے ہم زندگی بسر نہیں کر سکتے، بغیر کسی دوسرے کی مدد کے ہم کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔

ادھر مریض ہوئے تو ڈاکٹر کے پاس جانا ہے، ادھر کسی مقدمے میں پھنسے تو وکیل کے پاس جانا ہے، ادھر مکان بنانا ہوا تو کسی انجینئر کے پاس، کپڑا لینا ہو تو کپڑا بیچنے والے کے پاس جانا ہے، یہ سب دوسروں کی شفاعت ہے جو ہم لے رہے ہیں۔

پوری زندگی انسان کی بغیر شفاعت کے بسر نہیں ہو سکتی۔ اپنی زندگی بغیر شفاعت کے نہیں گزار سکتا۔ تو مجھے اتنا بتا دیجیے کہ جب چند دن کی زندگی بغیر شفاعت کے نہیں بسر ہو سکتی تو ہمیشہ کی زندگی بغیر شفاعت کے کیسے بسر ہو سکتی ہے۔

اور جب ہم دنیاوی زندگی میں شفاعت کے محتاج ہیں تو کیا ہم اخروی زندگی میں شفاعت کے محتاج نہیں ہوں گے۔ جب یہاں شفاعت ہے تو وہاں بھی شفاعت

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ جب یہاں ہم دوسروں کی مدد کے محتاج ہیں تو وہاں بھی ہم دوسروں کی مدد کے محتاج ہیں۔ جب یہاں ہمارے شفیع ہیں تو وہاں بھی ہمارے شفیع ہوں گے۔ مگر فرق یہ ہے کہ دنیا میں شفاعت کرنے والے ہم خود منتخب کرتے ہیں۔ یہاں پر شفیع ہم خود منتخب کرتے ہیں مگر میدانِ حشر میں ہمیں خود منتخب کرنے کا حق نہیں ہوگا بلکہ جس کو اللہ شفیع بنائے گا وہ ہماری شفاعت کرے گا۔

دنیا کا نظام شفاعت پر چل رہا ہے، پورا کاروبارِ زندگی شفاعت پر چل رہا ہے۔ بلکہ پورا نظامِ کائنات شفاعت پر چل رہا ہے، پوری زندگی، پوری حیات شفاعت ہی کی بنیاد کے اُوپر ہے۔

کیا بغیر شفاعت کے ہم ایک لقمہ بھی کھا سکتے ہیں؟

جب زمین کے اندر ہم ایک بیج بوتے ہیں تو اس بیج کی کتنی طاقتیں حفاظت کرتی ہیں۔ شفاعت یعنی مدد کرنا، شفاعت یعنی کسی کمزوری کو دُور کرنا، ایک رسی بغیر شفاعت کے نہیں بندھ سکتی۔ زمین کے اندر ہم نے دانہ بویا، تب یہ دانہ شفیع بنا اس پودے کے لیے کہ جس میں اناج نکلے گا، دانہ ہم نے زمین میں بویا، زمین نے شفاعت کی اس دانے کی، پانی نے مدد کی اس دانے کی، سورج کی روشنی نے مدد کی اس کی، باغبان نے مدد کی اس کی، کاشتکار نے مدد کی اس کی۔ جب اتنے لوگوں کی شفاعت ہوئی ہے تب دسترخوان ہمارا بچھا تھا، تب ایک لقمہ ہمارے حلق تک پہنچا۔

تو بغیر شفاعت کے ایک لقمہ بھی ہمارے حلق تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو بغیر شفاعت کے ہمیں جنت کیسے مل جائے گی۔ کوثر کیسے مل جائے گی، سلسبیل کیسے مل جائے گی.....(صلواۃ)

اور حضور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اسلام کی

Presented by Ziaraat.Com

بنیاد ہی شفاعت پر پڑی ہے۔ اگر تین شفاعتیں نہ ہوتیں تو اسلام ناکام ہوجاتا۔ تین طریقے سے مدد نہ ہوتی اسلام کی تو اسلام مٹ جاتا۔ اسلام ختم ہوجاتا۔ وہ تین شفاعتیں کون سی ہیں؟ کہ جو اسلام کی بنیاد میں ہیں۔ ایک ابوطالبؑ کی حفاظت"۔

رسولؐ فرما رہے ہیں کہ اگر یہ تین چیزیں مددگار نہ ہوتیں اسلام کی، تو اسلام ختم ہوجاتا، اسلام ناکام ہوجاتا، اسلام مٹ جاتا، اسلام آگے نہ بڑھتا۔ وہ تین شفاعتیں کون سی ہیں؟ ایک ابوطالبؑ کی مدد، دوسرے خدیجہؑ کی مدد، تیسرے میرا اخلاق و پیار۔

اگر ابوطالبؑ تحفظ نہ کرتے تو اسلام نہ ہوتا، اگر خدیجہؑ کا مال نہ ہوتا تو اسلام نہ ہوتا اور اگر میرے اخلاق و کردار کے ذریعے سے اسلام نہ پھیلتا تو آج پوری دنیا میں اسلام نظر نہ آتا۔

تو اس کا مطلب ہے کہ یہ کون ہیں؟ یہ اسلام کے شفیع ہیں، یہ اسلام کے شفاعت کرنے والے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ قدرت نے کبھی رسولؐ کے اُوپر کوئی احسان نہیں جتایا، بلکہ اُمت کے اُوپر احسان جتایا ہے، مسلمانوں پر احسان جتایا ہے کہ دیکھو! ہم نے ایسا رسول تم میں بھیجا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران: آیت ۱۶۴)

"ہم نے صاحبانِ ایمان پر یہ احسان کیا، ہم نے مومنوں پہ یہ احسان کیا کہ ہم نے ان میں ایسا رسول بھیجا"۔

تو مسلمانوں پر احسان جتایا، اُمت پر جتایا، مومنین پر احسان جتایا مگر کبھی رسولؐ کے اُوپر کوئی احسان نہیں جتایا، یہ کبھی نہیں کہا کہ ہمارا احسان یہ ہے کہ تم کو ہم

Presented by Ziaraat.Com

نے رحمۃ للعالمینؐ بنا دیا۔

دیکھئے پورے قرآن مجید میں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعٰلَمِيْنَ ہے مگر احسان کی صورت میں نہیں ہے، اعلان کی صورت میں ہے۔ رسولؐ کے اُوپر کبھی کوئی احسان نہیں جتایا بلکہ مسلمانوں پر احسان جتایا ہے کہ ایسا رسولؐ ہم نے بھیج کر مومنوں پر احسان جتایا ہے، اُمت پہ احسان جتایا ہے۔

صرف ایک موقع ہے کہ جب اللہ احسان جتا رہا ہے، اپنے حبیبؐ پر، رحمت للعالمینؐ بنایا مگر احسان نہیں جتایا، صاحب خُلق عظیم بنایا مگر احسان نہیں جتایا، عالمین کا سردار بنایا، تمام رسولوں کا سردار، انبیا کا سردار بنایا مگر احسان نہیں جتایا کہ ہم نے تمہیں رسولوں کا سردار بنا دیا، ہم نے تمہیں اپنا سردار بنا دیا، اتنے احسانات کر کے بھی احسان جتایا نہیں، کب احسان جتایا؟

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (سورۂ ضحیٰ، آیت ۶)

"ہم نے تمہیں یتیم پایا تو ہم نے تمہاری پرورش کی"۔

وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (سورۂ ضحیٰ، آیت ۸)

"ہم نے تجھے مالی حیثیت سے کمزور پایا تو ہم نے تمہیں غنی بنایا"۔

پالنے والے! ارے! اتنا کرم اس کے اُوپر، اتنی رحمتیں مگر احسان نہیں جتا رہا ہے۔ اگر احسان ہی جتانا ہے تو وہ احسان جتا کہ جو رسولؐ کے لیے مخصوص ہے۔ رحمۃ للعالمین کوئی نہیں، یہی ہیں تو تجھے کہنا چاہیے کہ ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمینؐ بنایا، صاحب خلق عظیم تنہا یہی ہیں۔

ارے! اعلان فرما کہ ہم نے تجھے صاحب خُلق عظیم بنایا ہے۔ تو جن نعمتوں میں کوئی شریک نہیں، وہ تو تُو جتا نہیں رہا ہے، اور جن نعمتوں میں ہر ایک شریک ہے،

Presented by Ziaraat.Com

ان نعمتوں کو تو جتا رہا ہے۔

ارے! کون یتیم ہے کہ جس کی سرپرستی اللہ نہ کرتا ہو اور فقیر ایسا نہیں کہ جس کو غنی اللہ نہ بناتا ہو۔ تو تُو ہر یتیم کی سرپرستی کرتا ہے، ہر فقیر کو تو غنی بناتا ہے، تو جو چیزیں سب میں مشترک ہیں، جو نعمتیں سب پر تو نے بانٹی ہیں، وہ احسان تو جتا رہا ہے؟ اور جو نعمتیں مخصوص ہیں رسولؐ کے ساتھ ان پر کوئی احسان نہیں جتا رہا ہے۔

تو شاید ندائے قدرت آئے کہ وہ احسان اس لیے نہیں جتا رہا ہوں کیونکہ وہ سب چیزیں یاد رکھیں گے، میں تو وہ چیزیں بتا رہا ہوں کہ جن کو بھلانے کی کوشش کی جائے گی۔ دنیا یاد رکھے کہ کس نے آغوش میں لے کر رسولؐ کی پرورش کی ہے، تاکہ وہ آغوش یاد رہے، اور وہ خدیجہؑ یاد رہے کہ جس کے ذریعہ سے اسلام پھیلا..... (صلواۃ)

اور یہ بھی یاد رہے کہ ہم نے ان کو وسیلہ بنایا، لہٰذا وسیلے سے کبھی انکار نہ کرنا، جب میں وسیلہ بنا رہا ہوں اپنے لیے، جب میں صاحب قدرت ہوتے ہوئے، رب الارباب ہوتے ہوئے، میں وسیلہ بنا رہا ہوں تو دیکھو! مجھ تک پہنچنے کے لیے تم بھی انھی کو وسیلہ بناؤ..... (صلواۃ)

جب میں تم تک پہنچنے کے لیے ان کو وسیلہ بنایا ہے۔ تو مجھ تک پہنچنے کے لیے تم بھی انھی کو وسیلہ بنانا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اگر ہم نے نبوت کی شناخت کرنا ہے، اگر ہم نے نبوت کی معرفت حاصل کرنا ہے، کیونکہ دین کی شناخت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک ہم نبیؐ کو نہ پہچانیں۔ اسلام کی پہچان اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس نبیؐ کو نہ پہچانیں کہ جس کے ذریعہ سے اسلام آیا، جس کے ذریعہ سے پیغام پہنچا۔ تو اس نبیؐ کی شناخت ضروری ہے، اس رسولؐ کی پہچان ضروری

Presented by Ziaraat.Com

ہے، اس پیغمبر کی پہچان ضروری ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہمیں دین ملا۔

ورنہ اگر ہم یہ عقیدہ رکھ لیں کہ نبیؐ وہ ہے جو بھول جایا کرتا تھا تو پھر اسلام کی شناخت نہیں ہو پائے گی، پھر ہمیں دین کی شناخت نہیں ہو پائے گی کیونکہ جو بھول رہا ہو وہ پتہ نہیں کیا کیا بھول گیا ہو۔ لہٰذا اگر دین کی شناخت کرنا ہے اور اسلام کی شناخت کرنا ہے، اور شریعت کو پہچاننا ہے تو اس نبیؐ کی معرفت ضروری ہے کہ جس کے ذریعہ سے دین پہنچا ہے۔ تو اب پورا سلسلہ ہے کہ اسلام کی معرفت ضروری ہے مگر اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس نبیؐ کی معرفت نہ ہو کہ جس کے ذریعہ سے اسلام پہنچا ہے اور نبیؐ کی معرفت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم ان اہل بیتؑ کو وسیلہ نہ بنائیں کہ جو اس نبیؐ کے فضائل کے آئینہ بردار ہیں۔

جہاں جہاں غلط فہمیاں ہوئی ہیں ان کی بنیاد یہی ہے کہ اہل بیتؑ کو ایک ایک کر کے، اہل بیتؑ کو جدا کر کے، دل کے ٹکڑوں کو الگ کر کے، آل رسولؐ کو جدا کر کے، رسول کو سمجھنے کی کوشش جب بھی کی گئی کوئی نہ کوئی غلطی قائم کر دی گئی۔

میں نے کبھی نہیں کہا کہ سب مسلمان رسولؐ اللہ سے محبت نہیں کرتے، اُن سے الفت نہیں رکھتے بلکہ ہر مسلمان رسولؐ کے نام پر جان فدا کرنے کے لیے آمادہ ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ باتیں ایسی کیوں آ گئیں کہ جو شانِ رسالت کے خلاف ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آلِ رسولؐ کو الگ کر دیا گیا۔ آلِ رسولؐ کو الگ کر کے جب بھی رسولؐ کی معرفت حاصل کی گئی اور رسول کو پہچاننے کی کوشش کی گئی تو کوئی نہ کوئی غلط فہمی ضرور پیدا ہو جائے گی۔ کوئی نہ کوئی کمی ضرور رہ جائے گی۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر تصویر کے بہت سے ٹکڑے ہوں، کسی تصویر کے بہت سے اجزاء ہوں اور صرف ایک ٹکڑا ہمارے سامنے لایا جائے کہ ذرا پہچانئے کہ

Presented by Ziaraat.Com

کس کی تصویر ہے تو ہمیشہ پہچاننے میں دھوکہ ہوگا، کوئی نہ کوئی غلط فہمی ضرور پیدا ہوجائے گی۔ کوئی کسی کا نام لے گا، کوئی کسی کا نام لے گا، یہ سب کیا ہے؟

اس کا سبب یہ ہے کہ تصویر کا صرف ایک ٹکڑا ہمارے سامنے ہے، جب تک کہ تصویر کے سارے ٹکڑے آپس میں نہ ملیں۔ اس وقت تک تصویر کی پہچان نہیں ہوسکتی۔ اس وقت تک تصویر کی معرفت نہیں ہوسکتی اور آپ دیکھیں کہ کبھی کبھی بچوں کی ذہانت کا امتحان لیا جاتا ہے۔ ان کی آئی۔ کیو کا امتحان لیا جاتا ہے کہ ایک تصویر کے کئی ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں اور اس کو بچوں کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے کہ جلدی جلدی صحیح صحیح کون پورے ٹکڑوں کو ملاتا ہے۔ تصویر ایک ہی ہے مگر اس کے مختلف ٹکڑے بکھیر دیئے اور اس کے بعد اب امتحان ہے، اور ذہانت کا امتحان ہے کہ کون جلدی جلدی ان ٹکڑوں کو صحیح ملاتا ہے۔ جو سب سے پہلے ملا دے تو اس کو سب سے زیادہ ذہین قرار دیا جاتا ہے۔

تو میں تو سمجھتا ہوں کہ شاید یہی تھا کہ قدرت نے مسلمانوں کی ذہانت کا امتحان لیا، رسولؐ کی تصویر کو چوداں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ ان کے ذریعہ سے پہچانو، ان کے ذریعہ سے شناخت کرو، ان کے ذریعہ سے اگر معرفت رسالت ہوگی تو پھر کوئی غلط فہمی کبھی پیدا نہیں ہوگی ورنہ غلط فہمی ضرور پیدا ہوگی۔ جیسا کہ ایک بہت بڑے راوی کا بیان ہے، عالم اسلام کے معتبر راوی ہیں کہ جن کی صحاح ستہ میں پانچ ہزار احادیث موجود ہیں۔

مولا علیؑ کی بیس یا پچیس سے زیادہ نہیں ہیں، وہ حدیث اس طرح سے ہے کہ حضورؐ سرور کائناتؐ ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے، اس کے بعد آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھائی تھی اور دو رکعت نماز پڑھا کے اُٹھ گئے مصلے سے اور مسجد

Presented by Ziaraat.Com

کے صحن میں ٹہلنے لگے اور ایک درخت وہاں پر سوکھا سا تھا، اس سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اب سارے نمازی حیران ہیں کہ صرف دو ہی رکعتیں؟ اب کسی کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ رسولؐ اللہ سے سوال کرے کہ ادھوری نماز کیسی؟

تو اب روایت کے جملے یہ ہیں: ایک صحابی رسولؐ تھے جن کا نام ذوالیدین یعنی ہاتھوں والے، کیونکہ ان کے ہاتھ کچھ زیادہ لمبے تھے، تو اب روایت میں انھی کا نام تھا، انھوں نے ہمت کی اور کہا؟

اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے عشاء کی نماز دو رکعت کیوں پڑھائی؟

فرمایا: نہیں ایسا تو کچھ بھی نہیں۔

اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے دو ہی رکعتیں پڑھائیں۔

فرمایا: نہیں نہیں، میں نے تو چار رکعتیں پڑھائی ہیں۔

کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ان سارے نمازیوں سے پوچھ لیں۔

رسولؐ نے نمازیوں سے پوچھا کہ کیا یہ صحیح کہہ رہے ہیں؟

سب نے کہا کہ ہاں اے اللہ کے رسولؐ! یہ صحیح کہہ رہے ہیں آپؐ نے دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔

فرمایا: میں بھول گیا۔

فرمایا: سب نمازیوں کو واپس بلاؤ اور دوبارہ نماز وہی سے شروع کی جہاں سے چھوڑی تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بھول گئے تھے۔ تو اگر یہاں بھول گئے تو پتہ نہیں کتنے احکام بھولا دیئے ہوں گے۔ پوری رسالت شک کے دائرے میں آ جائے گی۔ پورا اسلام مشکوک ہو جائے گا۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ رسولؐ بھول جایا کرتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

لہٰذا اس لیے قرآن اعلان کر چکا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (سورۂ اعلیٰ، آیت ۶)

"اے رسولؐ! ہم ایسا آپ کو پڑھائیں گے کہ کبھی آپ بھولیں گے نہیں"۔

تو مجھے اتنا بتا دو کہ ہم قرآن کو مانیں یا اس روایت کو مانیں۔ شانِ رسالتؐ کے خلاف ہے یہ حدیث۔ مرتبۂ رسالتؐ کے خلاف ہے یہ حدیث، مگر قدرت نے شانِ رسالتؐ کو محفوظ رکھنا تھا۔

لہٰذا روایت میں ایک ایسے راوی کا نام آیا جن کا نام ہے ذوالیدین۔ یہ ذوالیدین تاریخ بتاتی ہے کہ ۲ ہجری میں یہ جنگ بدر اولیٰ میں شہید ہو گئے تھے۔ ہر تاریخ کہتی ہے اور جو راوی روایت کر رہے ہیں وہ مسلمان ہوئے تھے سن ۷ ہجری میں۔ تو جب مسلمان ہی نہیں تھے تو نمازِ جماعت میں شرکت کیسی؟

تو میں یوں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قدرت نے شانِ رسالت کو محفوظ رکھنا تھا، لہٰذا راوی کے حافظہ کے اُوپر غفلت کے پردے قدرت نے ڈال دیئے..... (صلواۃ)

تصویرِ رسالت کو اگر سمجھنا ہو تو ان کے ذریعہ سے سمجھو کیونکہ ان میں سے کوئی وہ ہے کہ جس کے لیے رسولؐ سند دے رہے ہیں۔

عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْهُ ، فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّی ، حَسَنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْهُ ، حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ

اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہہ رہا ہے پالنے والے! تیری بارگاہ میں ہدیہ پیش کر رہا ہوں، جو سیرت میں، صورت میں، رفتار میں اور گفتار میں تیرے رسول کی شبیہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ذکرِ مصائب

آج کا دن مخصوص ہے اس شہزادے کے تذکرے کے لیے کہ جو شبیہِ رسولؐ ہیں، کردار میں بھی، سیرت میں بھی۔ جب بھی شہزادہ ہاتھ جوڑ کر آقا حسینؑ کی خدمت میں آیا اور کہا: اے بابا! مرنے کی اجازت دیجیے تو حسینؑ کے دل کا کیا حال ہوا ہوگا، سر سے پیر تک علی اکبرؑ کو دیکھا۔

اے بیٹا! کیسے مرنے کی اجازت دوں، تم تو میرے نانا کی شبیہ ہو، جب نانا کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو تمہارے چہرے پہ نگاہ ڈالتا تھا۔

روایت میں ہے کہ جناب علی اکبرؑ نے قدموں پہ سر رکھ دیا۔ اے بابا! مرنے کی اجازت دیجیے۔

حمید ابن مسلم لکھتا ہے کہ حسینؑ نے علی اکبرؑ کو اجازت تو دے دی، مگر پورے واقعۂ کربلا میں مَیں نے حسینؑ کے چہرے پہ کبھی اتنی مایوسی کبھی نہیں دیکھی۔ بس اس وقت دیکھی جب علی اکبرؑ کو مرنے کی اجازت دی۔

اے بیٹا! مرنے جا رہے ہو؟ تو ذرا پہلے اہلِ حرم سے رخصت ہو لو۔

عزادارو!

کسی کے لیے تاریخِ کربلا میں نہیں ملتا کہ امام حسینؑ نے یہ فرمایا ہو کہ بیبیوں سے رخصت ہو لو، اہلِ حرام سے رخصت ہو لو۔

جناب عباسؑ خیموں میں گئے تھے مگر رخصت ہونے نہیں گئے تھے مشکِ سکینہؑ لینے گئے تھے شاید مصلحت یہ ہو کہ بیبیاں بھی آخری بار تصویرِ رسولؐ کی زیارت کر لیں۔

تاریخ میں ہے کہ جب جناب علی اکبرؑ کی ولادت ہوئی تو جناب زینبؑ نے کہا تھا کہ اے بھیا! اس بچے کو مجھے دے دو، میں اس کی پرورش کروں گی، میں اس کو

پالوں گی۔ جناب علی اکبرؑ آغوشِ جناب زینبؑ میں پلے تھے۔
تصور کیجیے کہ پھوپھی نے کیسے اجازت دی ہوگی؟

حمید ابن مسلم لکھتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ حسینؑ کی طرف سے بہت دیر تک کوئی جنگ کرنے کے لیے نہیں نکلا۔ میں یہ سمجھا کہ حسینؑ کا کوئی مددگار باقی نہیں رہا۔ اچانک میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ خیمے کا پردہ کبھی اُٹھتا ہے، کبھی گرتا ہے، جب میں نے غور کیا تو مجھے نظر آیا کہ علی اکبرؑ خیمے سے باہر نکل رہا تھا۔ علی اکبرؑ اس طرح سے خیمے سے نکلے جیسے کسی بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔ باہر آئے گھوڑے پر بیٹھے اور چلے۔ علی اکبرؑ کے کانوں میں آواز آئی: واہ علی اکبراہ!

علی اکبرؑ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حسینؑ کمر تھام کر آرہے ہیں۔ علی اکبرؑ نے رُک کر کہا: بابا! آپ کا یہ کیا حال ہو رہا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے کہا ہوگا: اے علی اکبرؑ! اگر تمہارا بھی کوئی ایسا فرزند ہوتا، جیسے تم ہو، تو تمہیں اندازہ ہوتا کہ بوڑھے باپ پر کیا گزرتی ہے۔

ایک واقعہ ہے، ایک نوجوان تھا جو رونے کا قائل نہیں تھا۔ ایک مرتبہ اس نے خواب میں دیکھا کہ امام حسینؑ تشریف لائے اور پورا جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ اب جو یہ منظر دیکھا، اور پورا جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ اب جو یہ منظر دیکھا تو خواب ہی میں رونے لگا، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ہائے میرے آقا پر اتنے زخم۔ میں رونے سے انکار کرتا تھا۔ پوری رات روتا رہا۔ اگلی رات پھر خواب دیکھا اور آقا تشریف لائے مگر اس نے دیکھا تو جسم کے سارے زخم اچھے ہو چکے ہیں۔ اس نے کہا: اے آقا! پچھلی رات جب میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کا جسم زخموں سے چور

Presented by Ziaraat.Com

تھا مگر آج سارے زخم دُور ہو گئے۔ یہ تو رونے والوں کے آنسو ہیں، جو میرے زخموں کا مرہم بن جاتے ہیں۔

اس نے کہا: اے آقا! سارے زخم اچھے ہو گئے ہیں مگر یہ سینے پہ داغ کیسا ہے؟

کہا: یہ زخم گڑیل جوان بیٹے کا ہے، یہ آنسوؤں سے نہیں مٹ سکتا۔ وہ حسینؑ جس کا رخصت کے وقت یہ حال تھا مگر جب کانوں میں آواز آئی ہوگی، بابا! سلام آخر قبول کرو تو آقا کے دل کا کیا حال ہوا ہوگا؟

روایت میں ہے کہ حسینؑ چلے تھے لاشہ علی اکبرؑ کی طرف مگر ستر مقام پر گرے تھے اور اُٹھے، مگر جب لاشہ علی اکبرؑ کے ذرا قریب پہنچے اور جب لاشہ نظر آیا تو حسینؑ کربلا کی گرم زمین پر گرے تو پھر اُٹھ نہ پائے۔

صاحب ریاض القدس تحریر کرتے ہیں: حسینؑ سے اُٹھا نہیں گیا بلکہ جس طرح سے چھوٹے بچے کہنیوں کے بل زمین پر چلتے ہیں، حسینؑ بھی کہنیوں کے بل چلتے رہے۔ علی اکبرؑ کے قریبؑ پہنچے۔ اپنے رخساروں کو علی اکبرؑ کے رخسار پر رکھ دیا۔ اے بیٹا! آنکھیں کھولو، دیکھو تمہارا باپ تم سے رخصت ہونے کو آیا ہے۔

اے بیٹا! ایک بار مجھے آنکھیں کھول کر دیکھ لو۔

ایک روایت میں ہے کہ جب خیموں کے قریب لاشہ اکبرؑ کو لے کر پہنچے تو ابھی دم باقی تھا، علی اکبرؑ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ چاروں طرف بیبیاں ماتم کر رہی ہیں۔

علی اکبرؑ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ چاروں طرف بیبیاں ماتم کر رہی ہیں۔ علی اکبرؑ نے پوچھا: کون کون رو رہا ہے؟

ایک بی بی کہہ رہی تھی: ہائے میری قسمت؟

Presented by Ziaraat.Com

علی اکبرؑ نے پوچھا: بابا یہ کون ہے؟

کہا: بیٹا یہ تمہاری بہن کبریٰ ہے جو تھوڑی دیر کی دلہن ہے۔ جیسے ہی بہن کبریٰ کا نام سنا تو علی اکبرؑ تڑپنے لگے اور کہا: بابا! کاش بہن صغریٰ بھی ہوتی، میں اس سے معافی مانگتا، میں نے وعدہ کیا تھا کہ لینے آؤں گا۔ اے بابا! کاش میں صغریٰ سے مل لیتا۔

حسینؑ نے کہا: بیٹا! صغریٰ سے ملنا چاہتے ہو؟

کہا: بابا آخری تمنا یہی ہے۔

فرمایا: سامنے نگاہ کرو۔ حسینؑ نے اشارہ کیا سامنے سے پردے ہٹے۔ پوچھا: علی اکبرؑ کیا نظر آ رہا ہے؟

کہا: مدینہ نظر آ رہا ہے۔

کہا: آگے دیکھو!

کہا: نانا کا روضہ نظر آ رہا ہے۔

پھر کہا: غور سے دیکھو!

کہا: محلہ بنی ہاشم نظر آ رہا ہے۔ بس اچانک علی اکبرؑ تڑپنے لگا۔

حسینؑ نے کہا: علی اکبرؑ کیا ہوا؟

فرمایا: اے بابا! ہمارا گھر ہے، دروازہ کی چوکھٹ ہے، میری بہن صغریٰ ہے، جہاں پر مجھ سے رخصت ہوئی تھی وہاں پر میرا نقشِ قدم موجود ہے۔ میری بہن نقشِ قدم پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے فریاد کر رہی ہے:

اے بھیا علی اکبرؑ! لے جانے کا وعدہ کیا تھا۔

❁❁❁

Presented by Ziaraat.Com

مجلس ہفتم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- سعودی عرب میں اکثر امام مالک کی تقلید کرتے ہیں
- اور اگر آپ کو اللہ تک پہنچنا ہے تو یہی ہمارا وسیلہ ہیں
- ہم تجھ سے توسّل کرتے ہیں نبیؐ کے چچا کے وسیلہ سے
- وسیلہ کا معنی کیا ہے اور وسیلہ بنایا کیوں جاتا ہے؟
- میں ظاہری طور پر تو بشر ہوں مگر حقیقت میں نور ہوں
- نور کی حیثیت سے اللہ سے ربط ہے اور لباس بشری کی حیثیت سے ہم سے ربط ہے
- حقیقت میں نور ہوں اور دیکھنے میں بشر ہوں
- یہی دنیاوی نور جب مرکز سے چلتا ہے تو ایک ہوتا ہے
- مگر جس کو اللہ اجازت دے وہ وہاں پر شفاعت کر سکتا ہے۔

ذکر مصائب

- شہادت جناب قاسمؑ بن حسنؑ

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○
وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ (سورۃ الاحزاب
۴۵-۴۶)

موضوع جو ہے وہ بہت وسیع ہے، بہت حساس ہے۔ پوری دنیا میں وہابیت کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ نہیں ہے اور مسلمانوں کی ایک عرب ہے۔ سعودی عرب میں اکثر امام مالک کی تقلید کرتے ہیں۔ جناب امام مالک کا قول موجود ہے۔

منصور دوانقی جناب مالک کے زمانے میں بادشاہ تھے۔ منصور دوانقی نے امام مالک سے پوچھا کہ جب میں دعا مانگوں تو اتنا بتایئے کہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے دعا مانگوں یا مدینہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں؟

تو امام مالک نے فرمایا: اگر تم کو دعائیں اپنی قبول کروانا ہے تو مدینہ کا رُخ کر کے دعا مانگو اور اللہ کے رسولؐ کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بناؤ کیونکہ انبیاءؑ کی دعاؤں کا وسیلہ بھی یہی رہے ہیں اور میدانِ حشر میں بھی ہماری شفاعت بھی کریں گے اور انبیاءؑ کے شفیع بھی یہی ہوں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلک وہابیت کے

Presented by Ziaraat.Com

فتوے کے لحاظ سے امام مالک واجب القتل ہوئے۔

اب دوسرے امام شافعی ہیں ان کے اشعار میں پیش کر رہا ہوں جو وہ پڑھا کرتے تھے:

آلُ النَّبِیِّ ذَرِیْعَتِی

"یہ آلِ رسولؐ میرا ذریعہ ہیں"۔

وَلَهُ اِلَیْهِ وَسِیلَتِی

"اور آپ کو اگر اللہ تک پہنچنا ہے تو یہی ہمارا وسیلہ ہیں"۔

اگر ہم ان سے وسیلہ رکھیں تو کل میدانِ حشر میں سیدھے ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے گا۔ کیونکہ جو گناہگار ہوتے ہیں ان کو اُلٹے ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے گا اور جن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں ان کو داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال ملتا ہے تو اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ یہی اہلِ بیتؑ ہیں۔

ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ علامہ تیجانی سماوی کا ایک وہابی مسلک کے عالم سے مناظرہ ہوا، اور اس میں توسّل کی بحث آئی کہ کسی کو وسیلہ بنا سکتے ہیں یا نہیں تو انہوں نے آیات پیش کیں اور اس کے بعد کہا کہ دیکھئے قرآن مجید میں موجود ہے، اعلان ہو رہا ہے کہ:

وَ اِذْ ظَّلَمُوٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (سورۂ نساء، آیت ۶۴)

"کاش یہ لوگ آپ کے پاس آجاتے جنھوں نے ظلم کیا"

اللہ سے بھی طلبِ استغفار کرتے اور رسولؐ کے ذریعہ سے بھی معافی طلب کرتے۔

جب یہ آیت پڑھی تو وہابی مسلک کے عالم نے کہا کہ مسئلہ یہ ہے کہ زندگی

Presented by Ziaraat.Com

میں توسّل جائز ہے، کوئی اگر زندہ ہو تو اس سے توسّل جائز ہے۔ تو پھر صحیح بخاری کا واقعہ انہوں نے بیان کیا:

ایک مرتبہ خلیفۂ ثانی کے زمانہ میں قحط پڑا۔ سب لوگ بڑے پریشان ہوئے تو یہ خلیفۂ ثانی تشریف لے گئے جناب عباسؑ کے گھر پر جو رسولؐ اللہ کے چچا ہیں۔ اور اُن سے کہا گیا کہ آپ تشریف لائیں کہ ہم آپ کے توسّل سے دعا مانگیں اور اُس کے بعد دعا مانگی کہ پالنے والے:

نَتَوَسَّلُ اِلَیکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا

"ہم تجھ سے توسّل کرتے ہیں نبیؐ کے چچا کے وسیلہ سے"۔

اور پھر ادھر نبیؐ کے چچا کو وسیلہ بنایا تو بارش ہونے لگی۔ جب علامہ تیجانی نے یہ بات پیش کی تو کہا گیا کہ زندوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے کیونکہ رسولؐ مُردہ ہیں اس لیے ان کو وسیلہ نہیں بنا سکتے۔

پھر علامہ تیجانی نے کہا کہ کیا رسولؐ اللہ کے چچا نبیؐ تھے؟

کہا: نہیں، نبی نہیں تھے۔

کہا: پھر کیوں وسیلہ بنایا؟

کہا: ایک متقی اور پرہیزگار بندے تھے، لہٰذا ان کو وسیلہ بنایا۔

پھر علامہ تیجانی نے کہا کہ بتایئے کہ چچا زیادہ قریب ہوتا یا اولاد زیادہ قریب ہوتی؟

تو اس نے کہا کہ اولاد زیادہ قریب ہوتی ہے تو اس نے یہ شرط لگا دی تھی کہ وسیلہ زندہ کو بنایا جاسکتا ہے۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ! میں وسیلہ قرار دیتا ہوں اس نیک بندے کو کہ جس کا نام روح اللہ موسوی ہے۔ چہ جائیکہ وہ عالم کوئی

Presented by Ziaraat.Com

جواب دیتے معاذ اللہ کہتے ہوئے تشریف لے گئے۔

تو میں یہ بتا دوں کہ وسیلہ کا معنی کیا ہے اور وسیلہ بنایا کیوں جاتا ہے۔

ملا صدرا، صدرالدین شیرازی بہت مشہور ہمارے عالم ہیں، انہوں نے تحریر کیا ہے:

"بلند اپنی بلندی کی وجہ سے، پست اپنی پستی کی وجہ سے ایک دوسرے کو مل نہیں سکتے، لہٰذا درمیان ارتباط کے لیے کسی وسیلہ کی ضرورت ہے مگر یہ وسیلہ ہر ایک نہیں بن سکتا۔ یہ توسّل ہر ایک نہیں اختیار کر سکتا، بلکہ صرف وہی اختیار کر سکتا ہے کہ جس کو عالی سے بھی ربط ہو اور دانی سے بھی ربط ہو۔ اگر صرف ایک سے ربط ہوا تو پھر وسیلہ نہیں بن سکتے، دونوں سے ارتباط ہونا چاہیے۔

اللہ اپنی بلندیوں کی وجہ سے اور انسان اپنی پستی کی وجہ سے ایک دوسرے سے ارتباط نہیں کر سکتے لہٰذا درمیان میں کوئی وسیلہ ہونا چاہیے۔ وسیلہ ایسا ہو کہ اللہ سے بھی ربط ہو اور انسانوں سے بھی ربط ہو۔

اسی لیے رسولؐ نے کہا تھا:

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورۂ کہف، آیت ۱۱۰)

"میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں بھی بشر ہیں۔ یہ بشر اس لیے کہا تا کہ دنیا کے لیے پتہ چلے کہ تم سے بھی میرا ربط ہے۔ میں ظاہری طور پر تو بشر ہوں مگر حقیقت میں نور ہوں۔

کیوں کہ اگر صرف بشر ہوں تو انسانوں سے رابطہ ہوتا مگر اللہ سے رابطہ نہ ہوتا اور اگر صرف نور ہی نور ہوتا تو اللہ سے رابطہ ہوتا مگر انسانوں سے رابطہ نہ ہوتا۔ "لہٰذا

Presented by Ziaraat.Com

ہوں نور مگر پیکرِ بشری میں آیا ہوں"۔

ہوں نور مگر لباسِ بشری میں آیا ہوں، یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے کہ "حقیقت میں یہ نور ہیں، واقعیت میں نور ہیں مگر پیکرِ بشری میں آئے ہیں، لباسِ بشری میں آئے ہیں کیونکہ صرف بشر ہوتے تو اللہ سے رابطہ نہ ہوتا، اور اگر صرف نور ہوتا تو ہم سے رابطہ نہ ہوتا، لہٰذا نور حقیقت میں ہیں مگر لباسِ بشری میں ہیں تاکہ ربط دونوں سے رہے"۔

نور کی حیثیت سے اللہ سے ربط ہے اور لباسِ بشری کی حیثیت سے ہم سے ربط ہے۔ کیونکہ اگر بجلی کا کرنٹ ڈائرکٹ ہمیں مل جائے تو جو چھوئے گا وہ مر جائے گا۔ تو اگر رسولؐ خالص نور رہتے اور بشریت کا لباس نہ ہوتا تو قابلِ استفادہ نہ ہوتے ہمارے لیے۔

معلوم ہوا کہ حقیقت میں نور ہیں مگر کیوں کہ انسانوں سے ارتباط قائم کرنا ہے، لہٰذا بشریت کا لباس پہنا دیا گیا۔ "ان کو اپنے جیسا نہ سمجھنا"......(صلواۃ)

فرض کریں کہ میں ایک ایسے گاؤں میں چلا جاؤں کہ جن کا شہر سے کوئی ارتباط ہی نہیں ہے اور وہاں میں پہنچا، تو مجھے پیاس کا احساس ہوا۔ ایک آدمی سے میں نے کہا کہ مجھے پانی چاہیے۔ اس نے کہا کہ سامنے کنواں موجود ہے، آپ اس سے پانی حاصل کر سکتے ہیں۔

میں گیا اور کنویں کے پاس جا کر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر میں پھر وہی آدمی وہاں سے گزرا اور اس نے پوچھا کہ آپ نے پانی پیا؟ میں نے کہا کہ پانی کیسے پیؤں مجھے تو سمجھ کچھ نہیں آ رہا ہے میں اتنی بلندی پر ہوں اور پانی اتنی پستی پر ہے۔ پانی اُٹھ کر میرے پاس نہیں آ سکتا، میں کنویں کے اندر نہیں جا سکتا۔ پانی کیسے حاصل کروں؟

Presented by Ziaraat.Com

اس نے کہا کہ لگتا ہے آپ شہر سے پہلی بار نکلے ہیں۔ آپ یہ رسی لیجیے اور یہ ڈول لیجیے اور اس کے ذریعہ سے آپ پانی پی لیجیے۔

میں نے رسّی اور ڈول دونوں کو کنویں کے اندر ڈال دیا۔ پھر بیٹھا ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بھئی! کیا بات ہے کہ میں نے تو آپ کو وسیلہ فراہم کر دیا تھا۔ آپ کی پیاس بجھ جانا چاہیے تھی۔

اس نے کہا کہ یوں آپ کو پانی نہیں مل سکتا۔ شرط یہ ہے کہ رسّی کا ایک سرا آپ کے ہاتھ میں ہو اور ایک سرا پانی کی سطح تک پہنچ چکا ہو، تب یہ پانی آپ تک پہنچے گا۔ اسی لیے میں نے عرض کیا کہ "حقیقت میں نور ہوں اور دیکھنے میں بشر ہوں"۔

جب تک دونوں سے ارتباط نہ ہوگا، اس وقت تک وسیلہ نہیں بن سکتا۔ نور کی حیثیت سے اللہ سے ربط ہو، بشریت کی حیثیت سے ہم سے ربط ہو۔

اب کیا ہوا؟ اس آدمی نے مجھے ایک مرتبہ پھر رسی اور ڈول فراہم کیا اور میں نے کنویں میں ڈالا۔ جب پانی نکالا تو پانی گندا تھا۔ میں نے کہا: یہ پانی کیسے پیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ پورا گاؤں اسی سے پی رہا ہے، اس میں کوئی کثافت کا سوال ہی نہیں ہے۔ لگتا ہے کہ جو ڈول آپ نے ڈالا ہے وہ گندا تھا۔ اس لیے جب آپ نے پانی لیا تو اس میں گندگی آ گئی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وسیلے کو بھی پاک و پاکیزہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر گندے وسیلے سے جو چیز ہم تک پہنچے گی تو وہ بھی گندی ہوگی۔ لہٰذا وسیلے کو پاک و پاکیزہ ہونا چاہیے اس لیے قدرت نے جن کو اپنے لیے وسیلہ بنایا، اپنے تک پہنچنے کے لیے، ان پر آیت تطہیر نازل کر دی اور پاک و پاکیزہ بنا دیا لہٰذا جو چیز ملے وہ پاک و پاکیزہ ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ ہیں وسیلہ، نور بھی ہونا چاہیے تاکہ اللہ سے ربط ہو اور بشریت کا لباس بھی ہونا چاہیے تاکہ ہم سے ربط ہو، اسی لیے رسولؐ کا فرمان ہے:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

"اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا"۔

مگر اللہ کو اپنی واحدانیت اتنی عزیز تھی کہ اس نور کو اکیلا نہیں رکھا، اس نور کو واحد نہیں رکھا بلکہ اس نور کو دو حصوں میں بانٹ دیا: ایک جز کا نام رکھا رسالت، دوسرے جز کا نام رکھا امامت۔

ارے! یہی دنیاوی نور جب مرکز سے چلتا ہے تو ایک ہوتا ہے، ہم تک پہنچتے پہنچتے دو حصوں میں ہو جاتا ہے۔ اگر یہ نور دو حصوں میں نہ بٹے تو پھر یہ لاؤڈ اسپیکر کام نہیں کر سکتا۔ پھر ہمارے گھر روشن نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نور نے دو حصوں کی شکل اختیار کر لی۔ جب تک کہ نور کے دو جز نہ ہوں، اس وقت تک یہ قابل استفادہ نہیں ہے۔

تو جب یہ معنوی دو حصوں میں بٹا ہے تو ان کے نام کیا ہیں، ان کو آخر کہتے کیا ہیں؟ تو ایک صاحب نے کہا کہ ایک کو "مائنس کہتے ہیں اور ایک کو پلس کہتے ہیں۔

میں نے کہا کہ بھئی! بہت ٹیکنیکل بات ہے، میری سمجھ میں نہیں آیا، تھوڑا سا آسان کر کے بتا دیں تو انہوں نے کہا کہ ایک کو پازیٹو کہتے ہیں اور ایک کو نیگو کہتے ہیں۔

میں نے کہا: اب بھی بات میری سمجھ نہیں آئی، لہٰذا اور سہل کر کے بتا دیجیے، آسان کر کے بتا دیں تو انہوں نے کہا کہ اور آسان نہیں کر سکتا، ایک ٹھنڈا ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

ایک، گرم ہے کہ دو جز ہوتا ہے: جب نور تو ایک ٹھنڈا ہے اور ایک گرم ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ جب معنوی نور جب دو حصوں میں بٹا، دو حصوں میں تقسیم ہوا تو ایک ٹھنڈا ہے اور ایک گرم ہے۔

تو قدرت نے جب نور کی تخلیق فرمائی اور جب اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو ایک کو ٹھنڈا رکھا، ایک کو گرم رکھا، جس کو ٹھنڈا رکھا اس کو سند دی کہ:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۂ انبیاء: آیت ۱۰۷)

اور جس کو گرم رکھا اس کو سند دی کہ

لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

تو موضوع جو چل رہا ہے وہ شفاعت ہے، کہا گیا تھا کہ شفاعت کا عقیدہ رکھنا حرام ہے۔ کسی کو شفیع بنانا ناجائز ہے۔ لیکن میں عرض کیا تھا کہ قرآن میں اٹھائیس آیات ایسی ہیں کہ جن سے شفاعت ثابت ہوتی ہے کہ جس میں یہ تو کہا گیا کہ کوئی شفاعت نہیں کرسکتا مگر آخر میں اِلَّا لگا دیا۔

—— اِلَّا بِاِذْنِهٖ

مگر جس کو اللہ اجازت دے وہ وہاں پر شفاعت کرسکتا ہے۔

تم نے پہلے ٹکڑے کو تو مان لیا کہ جس میں یہ کہا گیا کہ "کوئی شفاعت نہیں کرسکتا"۔ اس کے بعد یہ ہے کہ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کوئی شفاعت نہیں کرسکتا مگر وہ جسے اللہ اجازت دے۔

مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ

آیت الکرسی میں روزانہ آپ پڑھتے ہیں:

"کون ہے جو اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے"۔

Presented by Ziaraat.Com

بس اگر یہی تک رُک جائیں تو شفاعت شرک ہے، کفر ہے، بدعت ہے۔
مگر یہی تک نہیں ہے بلکہ آگے ہے۔

—— اِلَّا بِاِذْنِہٖ

یہ جو اِلَّا سے پہلے دیکھا مگر اِلَّا کے بعد نظر نہیں آ رہا، یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ لَا اِلٰہَ کہہ کر رُک جایئے۔

کوئی نہیں ہے معبود، جس کے سامنے ہم سر جھکائیں، کوئی نہیں ہے کہ جس کی ہم عبادت کریں، کوئی نہیں ہے کہ جس کی ہم پرستش کریں۔ اِلَّا اللّٰہُ سوائے اس اللہ کے۔

جو واحد دیکھتا ہے، تو اِلَّا سے پہلے کفر ہے اور اِلَّا کے بعد عین ایمان ہے۔ یہی قرآن کا انداز گفتگو ہے کہ ابتداء میں کفر ہے اس کے بعد ایمان ہے۔ تو اگر اِلَّا پر رُک گئے تو مزاجِ قرآنی کے مطابق کافر ٹھہرے کیونکہ اِلَّا پر کبھی گفتگو تمام نہیں کرتا قرآن، اِلَّا کے بعد بھی کچھ گفتگو ہوا کرتی ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اگر یہی تک رُک گئے تو پھر کفر ہو گیا۔ اس کے بعد ہے اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳)

دیکھو اجرِ رسالت اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہ محبت اہلِ بیتؑ ہے، وہ مودت اہلِ بیتؑ ہے۔

اسی طرح سے قدرت نے شفاعت میں بھی یہی انداز اختیار کیا ہے کہ شروع میں انکار ہے، بعد اقرار ہے۔ شروع میں جو انکار ہے وہ کفر ہے اور آخر میں جو اقرار ہے وہ ہی ایمان ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی یہ مان لے کہ کوئی شفیع نہیں ہے، تو یہ کفر

Presented by Ziaraat.Com

ہو جائے گا۔ اگر ایمان حاصل کرنا ہے تو اِلّا بِاِذْنِہٖ پر بھی ایمان لانا پڑے گا۔

شاید اسی وجہ سے شفاعت کا انکار کیا جا رہا ہے، صرف ایک آیت بنیاد بنی، کہ شفاعت سے انکار کر دیں۔ چونکہ اگر شفاعت کو قبول کر لیا تو پھر اس آیت کو بھی ماننا پڑے گا۔ آیت آگے بڑھ کر آواز دے رہی ہے۔

لَا یَشْفَعُوْنَ کوئی شفاعت نہیں کر سکتا، اللہ کی بارگاہ میں کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔ جیسے لا الٰہ کوئی اللہ نہیں۔ اعلان ہو رہا ہے: لَا یَشْفَعُوْنَ کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی (سورۂ انبیاء، آیت ۲۸)

مگر وہ کہ جس سے اللہ راضی ہے، جس سے ارتضیٰ کا تعلق ہے، وہی مرتضیٰ کہلاتا ہے۔

قرآن کی آیت کہہ رہی ہے کہ اگر شفاعت لینا ہو تو مرتضیٰؑ کے در پر آنا۔ یہ وہ شخصیتیں ہیں جو انبیاءؑ کے شفیع اور مددگار بنے۔ (صلوات)

یہی تو تعجب ہے کہ ایک طرف تو یہ دعویٰ کہ بَعْدَ کَلَامِ الْبَارِی صَحِیْحُ الْبُخَارِی۔

اس کے بعد صراحت سے صحیح بخاری میں موجود ہے، پورا باب شفاعت موجود ہے صحیح بخاری میں۔ اس میں صاف لفظوں میں ہے کہ رسولؐ اللہ شفیع ہیں روزِ محشر۔

پھر پتہ نہیں انکار کیوں کیا جا رہا ہے؟ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اسی آیت کی وجہ سے انکار ہو رہا ہے کہ جس میں صاف اعلان ہو رہا ہے جو مرتضیٰ ہیں۔

تمام کتابوں میں موجود ہے کہ جناب آدمؑ کی جو توبہ قبول ہوئی وہ انہیں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ذریعہ سے، تو پہلی دعا جو زمین پر ہوئی ہے وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے وسیلہ سے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئی اور یہ جو دعا پڑھتے رہتے ہیں بار بار:

اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَاَنْتَ الْمَحْمُوْدُ ، وَبِحَقِّ عَلِیٍّ وَاَنْتَ الاعلٰی وَبِحَقِّ فَاطِمَۃَ وَاَنْتَ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ، وَبِحَقِّ الْحَسَنِ وَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَبِحَقِّ الْحُسَیْنِ وَاَنْتَ قَدِیْمُ الاِحْسَان

یہ دعا بعض روایات کے مطابق جناب آدمؑ کو اللہ نے تعلیم دی تھی۔ پہلی دعا یہی ہے جو ایک نبیؑ کی زبان پر آرہی ہے کہ دیکھو! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری غلطی اور خطاء و ترکِ اولیٰ معاف ہو تو براہِ راست مجھ سے دعا نہ مانگنا، بلکہ وہ ان حضرات کو وسیلہ بناؤ، تو تمہاری دعا قبول ہوگی۔ شیطان نے جناب آدمؑ کو جنت سے نکالا، لیکن آدمؑ پھر جنت میں پہنچ گئے۔ اب اس نے تحقیق کرنا شروع کی کہ آخر کیا سبب ہوا کہ آدمؑ کو دوبارہ جنت مل گئی۔

تو یہ اب شیطانی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ اس نے بڑی محنتوں سے نکالا تھا مگر دوبارہ کیسے پہنچ گئے آدمؑ؟ تو جب اس نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ دو چیزوں کے سہارے آدمؑ دوبارہ جنت پہنچے۔ ایک تو آنسوؤں کے ذریعے، آنسوؤں کے دریا بہا دیئے، اتنا گریہ کیا کہ نہریں جاری ہوگئیں، لہٰذا ایک چیز جو وسیلہ بنی وہ ہے رونا، اور دوسری چیز جو وسیلہ بنی وہ ہے محمدؐ، آلِ محمدؐ سے توسّل۔

تو شیطان نے فیصلہ کیا کہ آدمؑ کے سلسلہ میں تو میں دھوکہ کھا گیا۔ ارے! مجھے خبر ہی نہیں تھی کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے ذریعہ انسان جنت میں جائیں گے تو آدمؑ کے سلسلہ میں تو دھوکہ کھا گیا تھا مگر بنی آدمؑ کے سلسلہ میں دھوکہ نہیں کھاؤں گا، قیامت تک یہی کہتا رہوں گا کہ دیکھو! کبھی رونا نہیں، گریہ نہ کرنا، اور

Presented by Ziaraat.Com

دیکھو! کبھی کسی کو دعا میں وسیلہ نہ بنانا۔

ذکرِ مصائب

یہی ہمارا وسیلہ ہیں، یہی ہمارے شفیع ہیں، یہی میدانِ حشر میں ہمیں بچائیں گے، یہ وہ ہیں جنھوں نے اسلام کو بچایا، یہ اسلام کے شفیع ہیں، اپنا سب کچھ لٹا کر، پورا گھر راہِ خدا میں دے کر، اس نام کی حفاظت کی، اللہ نے ان کو وسیلہ بنایا حفاظتِ اسلام کا اور کربلا کے میدان میں مولا حسینؑ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

کربلا کے میدان میں صرف مولا حسینؑ ہی کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ امام حسنؑ نے بھی قربانی پیش کی، ان کی قربانی بھی کسی سے کم نہ تھی، اسی لیے وصیت کی تھی: اے قاسمؑ! میں کربلا کے میدان میں موجود نہیں ہوں گا، تم میری طرف سے قربانی پیش کرنا۔

تاریخ کربلا بیان کرتی ہے کہ جب بھی جناب قاسمؑ امام حسینؑ کی خدمت میں آئے تھے اور کہتے تھے کہ اے چچا! مرنے کی اجازت دیجیے۔ امام حسینؑ اجازت نہیں دیتے تھے۔

جناب قاسمؑ خیمے کے گوشے میں سر جھکا کر بیٹھے تھے۔ جناب اُم فروہؑ کی نظر پڑی۔ کہا: اے قاسمؑ! اس وقت خیمے کے اندر بیٹھے ہو اور تمہارے چچا مصیبت میں ہیں۔

فرمایا: جب بھی چچا کی خدمت میں جاتا ہوں تو اجازت نہیں دیتے۔ اس وقت جناب اُم فروہؑ نے فرمایا: اے قاسمؑ! جب تمہارے بابا رخصت ہو رہے تھے، تمہارا سن اڑھائی برس کا تھا، تمہارے بازوؤں پر ایک تعویذ باندھا تھا اور کہا کہ میری

Presented by Ziaraat.Com

وصیت ہے اور جب بھی کوئی سخت وقت ہو، تو اس وصیت کو کھول کر دیکھ لینا، اسی لیے علماء بیان کرتے ہیں کہ قاسمؑ کے لیے سب سے بڑی مصیبت اجازت کا نہ ملنا تھا کہ چچا مرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

تعویذ کھولا، بابا کی تحریر: اے قاسمؑ! میرا بھائی کربلا میں دشمنوں میں گھر گیا ہے لیکن نصرت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔

روایت کہتی ہے کہ خوشی خوشی جناب قاسمؑ چلے، امام حسینؑ کی خدمت میں آئے۔ اے چچا! یہ بابا کی وصیت ہے۔ امام حسینؑ نے وہ تحریر دیکھی، اپنی آنکھوں سے لگایا اور قاسمؑ کو گلے لگا لیا اور اتنا روئے کہ دونوں غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا: اے قاسمؑ! جیسے تمہیں بھی وصیت ہے، ایسے مجھے بھی وصیت ہے اور اس کے بعد خیمے میں تشریف لاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ فاطمہ کبریٰ کو لے آؤ، اسی وقت عقد پڑھا جاتا ہے۔ جیسے ہی عقد کے صیغے تمام ہوئے میدان میں کسی نے کہا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے۔

قاسمؑ تلوار لے کر اُٹھے، کبریٰ نے دامن تھاما اور کہا کہ میدانِ حشر میں تجھے کیسے پہچانوں؟

قاسمؑ نے اپنی آستین پھاڑ کر دی کبریٰ کو کہ اسی کے ذریعے میدانِ حشر میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔

قاسمؑ خیمے سے باہر نکلے۔ امام حسینؑ نے اپنی گود میں لے کر جناب قاسمؑ کو سوار کیا اور اتنا چھوٹا قد تھا شہزادے کا کہ دونوں پیر رکابوں میں نہیں آئے۔ اس کے بعد ایک عجیب انداز اختیار کیا۔ جناب قاسمؑ کے کرتہ کا گریبان چاک کر دیا۔ خالی ایک کُرتہ پہنے ہوئے جناب قاسمؑ میدان جنگ میں گئے ہیں۔ زبردست جنگ کی۔

Presented by Ziaraat.Com

بس قاسمؑ کو نیزہ لگا، قاسمؑ زمین پر آئے۔

آواز دی: چچا! مدد کیجیے۔ امام حسینؑ لاشہ قاسمؑ پر پہنچے۔

بس عزادارو!

اِدھر کے گھوڑے اُدھر، اُدھر کے گھوڑے اِدھر، قاسم پامال ہو گیا۔

❁❁❁

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

مجلس ہشتم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- ..... تقیہ کب ہوتا ہے اسلام میں؟
- ..... آپ یاد کریں کہ جھوٹ بولنا جائز نہیں بلکہ کبھی کبھی جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے
- ..... کیا آپ جانتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے؟
- ..... رسول بھی تقیہ فرما رہے ہیں، صحابی رسول بھی تقیہ فرما رہے ہیں
- ..... دیکھ لیجیے گا کہ شرک اور بدعت کہنے والے
- ..... ارے! تم کیوں تعظیم کر رہے ہو کیا یہ شرک نہیں؟

ذکر مصائب

- ..... شہادت جناب عباسؑ ابن علیؑ
- ..... تو وہ علم جو اسلام کی نشانی ہے وہ علم جو کربلا کی علامت ہے
- ..... کبھی حسینؑ کو اپنا بھائی نہ کہنا!

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ ہشتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

ہمارے عوام، ہمارے ذاکرین کو اس بات کی احتیاط کرنی چاہیے کہ اس وقت کھلے ہوئے جو ہمارے دشمن ہیں، وہ وہابی فرقے کے لوگ ہیں۔ وہ صرف ہمارے نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کے دشمن ہیں کیونکہ ان کا فتویٰ یہی ہے کہ سارے مسلمان جو ہیں وہ واجب القتل ہیں۔ جو رسولؐ اللہ کو دعا میں وسیلہ بنا لے، تو اس میں سب مسلمان شریک ہیں۔ رسولؐ اللہ کی زیارت کو اگر کوئی جائے تو وہ مشرک ہے۔

تو آج موضوع تقیہ بھی ہوگا، تقیہ کب ہوتا ہے اسلام میں؟ جب کوئی خوف کا ماحول ہو۔ تو یہ جو روضہ رسولؐ باقی ہے اگر یہ وہابی حضرات تقیہ نہ کر رہے ہوتے تو اس کو بھی مٹا دیا ہوتا۔ اور ہمیشہ فرق رکھیے گا، جو ہمارے اہلِ سنت بھائی ہیں وہ الگ ہیں اور جو وہابی حضرات ہیں وہ بالکل الگ ہے، لہٰذا دونوں کو مکس نہ کیجیے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ وہابی جس طرح ہمارے دشمن ہیں اسی طرح اہلِ سنت کے بھی دشمن ہیں۔ ہمارے اہلِ سنت بھائیوں کو معلوم ہو کہ جو نقاب اُوڑھ کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بھی تمہاری طرح اہلِ سنت ہیں مگر وہ صرف نقاب ہوتا ہے۔

آپ حضرات کو اور اپنے اہلِ سنت بھائیوں کو ایک پہچان بتائے دیتا ہوں، وہ پہچان یہ ہے کہ رسولؐ پر سلام پڑھا جائے، اگر احترام سے کھڑا ہو جائے تو ٹھیک ہے اور اگر گستاخی سے بیٹھا رہا ہے تو پھر وہ ہمارا نہیں ہے۔

ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ شیعہ حضرات جھوٹ بولنے کے قائل ہیں۔ ان کے ہاں جھوٹ بولنا داخلِ مذہب ہے۔ تقیہ کو کہا جاتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنا ہے مگر تقیہ حکمِ قرآن ہے۔ سورۂ آل عمران میں تقیہ کی آیت موجود ہے، جس میں اعلان ہو رہا ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

"دیکھو! کبھی کافروں کو، کبھی اسلام دشمنوں کو اپنا سرپرست نہ بنانا"۔ (سورہ آل عمران، آیت ۲۸)

تو اب جو امریکہ کو اپنا سرپرست بناتے ہیں۔ کبھی کافروں کو اپنا سرپرست نہ بنانا اور اگر تم نے ان کو اپنا ولی بنا لیا تو پھر تمہارا اللہ سے رابطہ ٹوٹ جائے گا۔

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً (سورہ آل عمران، آیت ۲۸)

"مگر یہ کہ تمہیں اپنی جان بچانا مقصود ہو، خوف کا ماحول ہو"۔

بہت سے علماء نے فرمایا ہے کہ تقۃ کا جو لفظ ہے وہ حقیقتاً پہلے تقیۃً تھا مگر تقیۃً سے تُقٰۃً ہو گیا۔

علامہ فخر الدین الرازی بیان کرتے ہیں کہ معنوں کے لحاظ سے تُقٰۃً اور

Presented by Ziaraat.Com

تَقِیَّۃً میں کوئی فرق نہیں۔ چاہے تُقَۃً کا لفظ استعمال ہو چاہے تقیَّۃً کا لفظ ہو، معنی ایک ہیں۔

اور اسی آیت کے ذیل میں صحیح بخاری کی حدیث ہے باب کا نام ہے باب الاکراہ۔ اس میں حدیث موجود ہے کہ تُقَۃً سے مراد ہے وَھِیَ تَقِیَّۃٌ یہی تقیہ ہے۔

بخاری شریف میں موجود ہے کہ اس آیت کریمہ میں تقیہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اسی طرح قرآن میں دوسری آیت موجود ہے کہ جناب عمارؓ جو تھے ان کو کافروں اور مشرکوں نے پکڑ لیا۔ اُن کے باپ کو قتل کر دیا، ان کی ماں کو شہید کر دیا اور ان کو اتنی اذیتیں دیں کہ گرم پانی میں ان کا سر بھگوتے تھے اور جہاں تک سانس ان کی، دم گھٹنے لگتا تھا۔

جب اتنی اذیتیں دیں اور کہا کہ تم رسولؐ اللہ سے اظہار بیزاری کرو اور بتوں کی تعریف کرو، محمدؐ کو برا کہو اور بتوں کو اچھا کہو۔

ساری تفسیریں دیکھ ڈالیے کہ جناب عمارؓ نے ان کے کہنے کے مطابق جملے جو کہلوائے تھے وہ جاری کر دیے۔ تمام شیعہ و سنّی سب تفسیروں میں موجود ہے۔ سب جملے اپنی زبان پر جاری کر دیے۔ اس کے بعد انہوں نے چھوڑا تو جناب عمارؓ روتے ہوئے جناب رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے اپنی زبان پر کفر کے کلمات جاری کر دیے، میرا کیا انجام ہوگا، اس وقت آیت کریمہ اُتری کہ کفر کا اعلان جائز نہیں مگر یہ کہ

اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ (سورۂ نحل:۱۰۶)

مگر یہ کہ کسی کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو، کسی کے ساتھ ظلم کیا گیا ہو، مگر اس کا دل جو ہے وہ ایمان کے اُوپر مطمئن ہو تو حالتِ خوف میں وہ تقیہ کر سکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ان آیتوں کے ذیل میں علامہ فخرالدین رازی جن کی تفسیر کبیر ہے، جس میں ان آیتوں کے ذیل میں لکھا ہوا ہے کہ ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم خوف میں، اگر جان و مال کا خوف ہو تو اس کے لیے تقیہ کرنا جائز ہے۔ تو قرآن بھی کہہ رہا کہ تقیہ ہے، صحیح بخاری بھی کہہ رہی ہے کہ تقیہ ہے، اور علماء مفسرین بھی کہہ رہے ہیں کہ تقیہ ہے مگر صرف ایک بہتان لگا دیا گیا ہے کہ شیعہ جھوٹ کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ دین کا جز ہے جھوٹ بولنا۔

آپ یاد کریں کہ جھوٹ بولنا جائز نہیں بلکہ کبھی کبھی جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے۔ تو جو کہتے ہیں کہ تقیہ جھوٹ ہے، اگر کوئی دشمن ان کے گھر داخل ہو جائیں اور آپ نے اپنے بیٹے کو ایک کوٹھڑی میں چھپالیا اور انھوں نے بندوق رکھ کر پوچھا کہ بتاؤ تمہارا بیٹا کہاں ہے؟

مجھے بتایئے کہ اب تقیہ کریں گے یا نہیں کریں گے؟

معلوم ہے کہ گھر کے اندر ہے مگر پھر بھی جان بچانے کے لیے جھوٹ بول رہے ہیں اور جھوٹ بولنا کوئی قابلِ مذمت نہیں ہے، کیونکہ اس کی جان بچانا مقصود ہے تو یہاں پر اگر جان و مال کا معاملہ آجائے تو جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے۔ عبادات بھی چھوڑی جا سکتی ہیں کہ اگر جان کا خطرہ ہو۔

آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور کوئی ڈوب رہا ہے اور اب واجب ہے نماز توڑنا، اور جا کر اس ڈوبتے کو بچاؤ۔ اس کا مطلب ہے کہ نماز چھوڑنا واجب ہے، کسی کی جان بچانے کے لیے۔ اگر بیماری کا خطرہ ہے تو وضو نہیں کر سکتے۔ اگر بیمار ہے اور وضو کا پانی نقصان کر رہا ہے تو پھر اگر وضو کر لیا تو پھر نہ وضو صحیح نہ نماز صحیح۔ کیونکہ مجھے اتنی عزیز اپنی عبادتیں نہیں ہیں کہ جتنی تمہاری جان، اپنی جان بچالو، نماز چھوڑ دو۔

Presented by Ziaraat.Com

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اسلام میں انسانی جان کی اتنی اہمیت ہے اسی لیے قرآن نے اجازت دی، رسولؐ نے اجازت دی کہ اگر تمہاری جان کا خطرہ ہو تو خلافِ عقیدہ باتیں اپنی زبان پر جاری کر سکتے ہو، یہی تقیہ ہے۔

قرآن کی تیسری آیت پیش کرتا ہوں: جب جناب موسیٰؑ فرعون کے دربار میں پہنچے تو فرعون سے کہا کہ اللہ کو مان لو، تو فرعون نے کہا کہ میری ہی گود میں تم نے پرورش پائی، تم نے میری آغوش میں پرورش پائی۔

قدرت کو اعلان کرنا چاہیے تھا کہ نبیؑ کو پرورش دینے والا میں ہوں۔ فرعون کہہ رہا ہے کہ میں نے پرورش دی تمہیں، قرآن نے تردید نہیں کی، کیونکہ کافر کا عمل ہے اور قدرت کسی کافر کے عمل کو اپنی طرف سے منسوب نہیں کرتی۔ جناب موسیٰؑ کو پرورش دی فرعون نے، قرآن نے تردید نہیں کی۔

جناب ابوطالبؑ نے رسولؐ کو اپنی آغوش میں پرورش دی تو قرآن نے اعلان کیا:

اَلَم یَجِدکَ یَتِیمًا فَاٰوٰی

اس کے بعد قرآن اعلان کرتا ہے کہ فرعون نے کہا کہ میری آغوش میں پرورش پائی تم نے، جملے ہیں فرعون کے۔

وَاَنتَ مِنَ الکَافِرِینَ

فرعون کہہ رہا ہے جناب موسیٰؑ سے کہ تم تو کافر تھے، میرے محل میں تھے، اتنے دن فرعون کے محل میں رہے۔ جناب موسیٰؑ، فرعون سمجھتا رہا کہ کافر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب موسیٰؑ نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں نبی ہوں۔ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اللہ کا نمائندہ ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

اسی لیے فرعون کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ تم تو کافر تھے، میری ہی آغوش میں پرورش پائی، میرے ہی گھر میں رہے، مجھ سے زیادہ تمہیں کون پہچانے گا۔ یہ اللہ کا نام کیوں لے رہے ہو۔

تمام تفسیروں نے لکھ دیا کہ فرعون جھوٹا تھا، کوئی نبیؑ کافر نہیں ہوسکتا اور یہ جو حالت کفر میں رہ رہے تھے تو وہ حالت تقیہ میں تھے، جناب موسیٰؑ۔

ایک مثال پیش کردوں کہ ایک بہت مشہور کتاب ہے ہمارے مسلک کے خلاف، تحفہ اثنا عشریہ۔ اس میں ایک پورا باب ہے تقیہ کے خلاف کہ تقیہ جھوٹ ہے، تقیہ منافقت ہے، بے ایمانی ہے، تقیہ اسلام کے خلاف ہے۔

لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے؟ آج یہ کتاب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نام سے لکھی ہوئی ملے گی، لیکن جب پہلی دفعہ یہ کتاب منظر عام پر آئی تو اس میں مصنف کے نام میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نہیں تھا۔

وہ پہلا ایڈیشن جو آج بھی لائبریریوں میں موجود ہے تو جب پہلی مرتبہ یہ کتاب شائع ہوئی تو مصنف کے نام عبدالعزیز کی جگہ یہ نام تھا حافظ غلام علیم ابن قطب الدین۔

بعد میں جب راز کھلا کہ ان کی لکھی ہوئی، تو پوچھا گیا کہ اپنا نام کیوں نہ لکھا، کہا: لوگ دشمن ہوجاتے، مخالف ہوجاتے، لہٰذا میں نے اپنے نام سے نہیں بلکہ ایک ایسے نام سے جس کا کوئی وجود نہ تھا، اس کے نام سے لکھی۔ تو تقیہ کے خلاف پورا باب لکھ رہے ہیں مگر جان بچانے کے لیے خود تقیہ کر رہے ہیں۔

اور اب جو حقیقت ہے تو اس میں شاہ عبدالعزیز ہے، تو یہ ہے تقیہ، ایک ہوتا ہے زبانی تقیہ، ایک ہوتا ہے عملی تقیہ، عملی تقیہ کہاں کہاں ہوا، ارے! دشمنوں کی جب

Presented by Ziaraat.Com

آہٹ سنی، جب یہ پتہ چلا کہ دشمن پیچھا کر رہے ہیں تو بہادری کا تقاضا یہ تھا، سامنے ڈٹ جاتے مگر غار میں چھپ جانا خود تقیہ ہے۔ جان بچانے کے لیے غار میں پناہ لینا، آج بھی غار ثور موجود ہے مگر وہاں جانا حرام ہے کہ کہیں تقیہ سمجھ میں نہ آجائے۔ رسولؐ اور ایک صحابی ساتھ میں گئے اور غار میں چھپے اور اس کے بعد جب آگئے دشمن، اور گفتگو کی آواز سنی کہ اس میں چھپے ہیں تو اگر تقیہ کی مخالفت تھی تو وہیں سے کہہ دینا چاہیے تھا کہ آجاؤ ہم یہی ہیں۔

لیکن رسولؐ بھی تقیہ فرما رہے ہیں، صحابی رسولؐ بھی تقیہ فرما رہے ہیں اور اس کے ساتھ اللہ کا اعلان کے ہم نے وہاں پر مکڑی کا جالا بُن دیا، کبوتروں نے انڈے دے دیئے تاکہ بات ان کے اُوپر پوشیدہ ہو جائے۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تقیہ سیرت صحابہ بھی ہے، تقیہ سیرت رسولؐ بھی ہے۔ وہ تقیہ اللہ کی سنت بھی ہے۔ تقیہ انسان کی فطرت میں داخل ہے اور انسان ہر خطرے کے موقع پر، چاہے کسی مسلک کا انسان ہو، تو تقیہ کرتا ہے اور خود جو تقیہ کے مخالف ہیں وہ آج بھی تقیہ عملی کرتے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔

۲۶ جنوری کو دیکھیے گا کہ تعزیہ کی تعظیم بدعت، ضریح بدعت، قبر رسولؐ کی تعظیم بدعت۔ ان تمام چیزوں کی تعظیم جو ہے وہ بدعت ہے۔ کبھی غیر اللہ کی تعظیم نہ کرنا ورنہ شرک ہو جائے گا۔ کبھی غیر اللہ کی تعظیم نہ کرنا، ورنہ بدعت ہو جائے گی مگر دیکھ لیجیے گا ۲۶ جنوری کو ہندوستان کا پرچم جب بلند ہو، جب ہندوستان کا جھنڈا بلند ہوگا تو دیکھیے گا کہ کون اُٹھتا ہے، کون نہیں اُٹھتا۔

دیکھ لیجیے گا کہ شرک اور بدعت کہنے والے، ادھر ہندوستان کا جھنڈا بلند اور وہ اُٹھ اٹھ کر تعظیماً احترام کر رہے ہوں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

ارے! تم کیوں تعظیم کر رہے ہو، کیا یہ شرک نہیں؟ کیا یہ بدعت نہیں؟ تو دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ یا تو تعظیم کے لیے اُٹھیں ہندوستان کے پرچم کی۔ یہ نہیں کہ کوئی بیٹھا رہ جائے، ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی بیٹھا رہ جائے سب تعظیم کے لیے اُٹھتے ہیں۔

تو پوچھا یہ جائے اس سے کہ بھئی تعظیم کے لیے کیوں اُٹھ رہے ہیں؟ تو اگر وہ واقعاً قابلِ تعظیم ہے آپ کے لیے تو پوچھا کیوں قابلِ تعظیم ہے؟ کہا: اس لیے قابلِ تعظیم ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا پرچم ہے، ہمارے ملک کی آزادی کا پرچم ہے، اس لیے ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

تو مجھے اتنا بتا دیجیے کہ اگر ہندوستان کی آزادی کا پرچم ہو، اس کی تو تعظیم ہو رہی ہے، اور جو اسلام کی آزادی کا پرچم ہے، جو انسانیت کی آزادی کا پرچم ہے، جو قرآن کی آزادی کا پرچم ہے، علمِ حضرت عباسؑ کی تعظیم شرک کیوں ہے؟ اس کی تعظیم بدعت کیسے ہو گئی؟ اور اگر تعظیم نہیں کر رہے ہو تو اُٹھنا تقیہ ہو گا۔

ایک اور مسئلہ ہے اور وہ ہے مسئلہ بداء تو اس کے لیے عرض کر دوں کہ قرآن میں بھی ہے۔ حدیث میں بھی ہے، سیرت صحابہ بھی ہے، سیرت رسول بھی ہے، اسی طرح سے بداء بھی ہے..... (صلواۃ)

ذکر مصائب

تو وہ علم جو اسلام کی نشانی ہے، وہ علم جو کربلا کی علامت ہے، وہ علم کہ جو کربلا میں ایک بار گرا اور اُس کے بعد اُٹھا اور ہمیشہ کے لیے بلند رہے گا، جو کہ اسلام کی آزادی کا علم ہے، یہ دین کی آزادی کی علامت ہے، یہ انسانیت کی آزادی کی

Presented by Ziaraat.Com

علامت ہے، یہ ظلم کے خلاف انقلاب کا علم ہے، لہٰذا یہ کبھی جھک نہیں سکتا جس کے لیے ہمارے آقا نے اپنے دونوں ہاتھ قربان کر دیئے۔

آج تذکرہ جناب عباسؑ کا کرنا ہے۔ روایت کہتی ہے کہ جب آپ دنیا میں تشریف لائے، تو آنکھ نہیں کھول رہے۔ ماں اُم البنینؑ گھبرا گئیں کہ میرا بیٹا مریض تو نہیں ہے، آنکھوں میں تکلیف تو نہیں ہے۔ مولا علیؑ کو خبر ہوئی، مولا علیؑ تشریف لائے۔ ماں نے گھبرا کر کہا:

اے آقا! بچہ آنکھیں نہیں کھول رہا، تو مولا علیؑ مسکرانے لگے: اے اُم البنینؑ! گھبراؤ نہیں، پریشان نہ ہو۔

ارے! جب میں پیدا ہوا تھا تو میری ماں بھی گھبرا گئی تھی۔ تین دن تک میں نے آنکھ نہیں کھولی تھی، میری ماں گھبرا گئی تھیں لیکن جیسے ہی میں آغوشِ رسولؐ میں آیا، میں نے چہرۂ رسالت کی زیارت کی۔ مجھے معلوم ہے کہ میرا بیٹا آنکھیں کیوں نہیں کھول رہا، میرے لال حسینؑ کو بلاؤ۔ امام حسینؑ تشریف لاتے ہیں۔ آغوشِ حسینؑ میں جیسے ہی عباسؑ آئے فوراً آنکھیں کھولیں اور پہلی مرتبہ چہرۂ حسینؑ کی زیارت کی۔

تاریخِ انسانیت میں آپ کو کوئی شخصیت ایسی نہیں ملے گی کہ جس کے ہاتھ تین معصومینؑ نے چومے، یہ صرف اور صرف جناب عباسؑ کی خصوصیت ہے کہ عباسؑ کے ہاتھوں کو امیر المومنینؑ نے بوسہ دیا، عباسؑ کے ہاتھوں کا بوسہ امام حسنؑ نے لیا اور انھی ہاتھوں کا بوسہ امام حسینؑ نے لیا۔ کیونکہ یہی وہ ہاتھ ہیں جو اسلام کی حفاظت میں کٹ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ اُم البنینؑ جناب عباسؑ کی کمسنی کا عالم ہے، روضۂ رسولؐ پہ لے گئیں، قبر کے قریب پہنچیں اور عباسؑ سے کہا: بیٹھ جاؤ، خود بھی بیٹھ گئیں

Presented by Ziaraat.Com

اور کہا: اے عباسؑ! ایک ہاتھ قبر پر رکھ۔ جانتے ہو کس کی قبر ہے؟ کہا: رسولؐ اللہ کی قبر ہے۔ نانا رسول کی قبر ہے، اللہ کے رسولؐ کی قبر ہے۔ ایک ہاتھ اس پر رکھو اور ایک میرے سر پر رکھو اور میرے سفید بالوں کی قسم کھاؤ اور اس قبر والے کی قسم کھاؤ کہ دیکھو!

"کبھی حسینؑ کو اپنا بھائی نہ کہنا۔ ہمیشہ آقا کہتے رہنا اور شہزادی زینبؑ کو کبھی اپنی بہن نہ کہنا، ہمیشہ آقازادی کہنا اور کبھی نگاہ اٹھا کر نہ دیکھنا، ہمیشہ نگاہیں جھکائے رہنا ورنہ میں دودھ نہ بخشوں گی"۔

ایسی آغوش میں جناب عباسؑ کی پرورش ہوئی ہے۔

جناب زینبؑ کہتی تھیں: بھیا عباسؑ! تم نگاہیں کیوں نہیں اٹھاتے۔

کہا: ماں قسم دلوا چکی ہیں، ماں کہہ چکی ہیں کہ دودھ نہ بخشوں گی۔ اس طرح سے جناب عباسؑ کی پرورش ہو رہی ہے۔

ایک واقعہ ہے کمسنی کا عالم ہے کہ امام حسینؑ نے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے۔ جناب عباسؑ دوڑتے ہیں، پانی لے کر خدمت میں پہنچے جیسے ہی یہ منظر دیکھا، امام حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ننھے سے عباسؑ گھبرا گئے، پریشان ہو گئے۔ اے آقا! کوئی خطا ہو گئی مجھ سے، کوئی قصور ہو گیا؟

کہا: نہیں۔ لیکن اس وقت جب میں نے تمہیں آواز دی ویسے ہی تم دوڑ کر آ گئے۔ ایک وقت ایسا ہو گا میں تمہیں پکار رہا ہوں گا، میں تمہیں آواز دے رہا ہوں گا مگر تم جواب نہ دو گے۔

کمسنی کا عالم تھا، بچپنا تھا، جناب عباسؑ یہ سمجھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں سو رہا ہوں گا اور میرا آقا مجھے پکارے اور میں جواب نہ دے سکوں۔

Presented by Ziaraat.Com

روایت کہتی ہے کہ جناب عباسؑ نے بستر پر جانا چھوڑ دیا، سونا ترک کر دیا، ایک رات گزری، عباسؑ نہیں سوئے۔ دوسری رات گزری نہیں سوئے۔ تیسری رات گزری نہیں سوئے۔ یہاں تک کہ سات راتیں گزر گئیں، جناب عباسؑ نہیں سوئے۔ جناب زینبؑ کی نظر پڑی، کمسن بھائی ہے مگر عالم یہ ہے کہ چہرے کا رنگ زرد ہے، بدن پر تھرتھری ہے، آنکھیں بے خوابی سے لال ہیں۔

گھبرا کر پوچھا: بھیا عباسؑ! تمہارا کیا حال ہے۔ پہلے تو نہیں دیا، مگر جب جناب زینبؑ نے اپنے حق کی قسم دی، اے بھیا! تجھے میرے حق کی قسم بتاؤ تو جناب عباسؑ نے پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ یہی وجہ ہے کہ سات راتیں گزر چکی ہیں۔ میں سویا نہیں ہوں۔

جناب زینبؑ امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچیں، کہا: اے بھیا! آپ نے میرے چھوٹے سے بھیا عباسؑ کو کیا کہہ دیا کہ سات دن گزر گئے ہیں، میرا بھیا سویا نہیں۔ حسینؑ نے سر پیٹ کر کہا: اے بھیا! یہ تمہاری زندگی کا واقعہ نہیں ہے، میں تمہیں پکار رہا ہوں گا، میں کہوں گا میرا علم دار کہاں ہے۔

پس عزادارو!

عباسؑ حسینؑ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: مولاؑ! مرنے کی اجازت دیجیے۔

کہا: اے عباسؑ! تم تو میرے لشکر کے علم دار ہو۔

عباسؑ نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا کہ اے بھیا! وہ لشکر کہاں ہے، جس کا میں علم دار تھا۔ جناب عباسؑ کو اجازت نہیں ملی، خیمے میں گئے۔ اپنی زوجہ لبابہ سے ملاقات کی۔ دیکھا کہ لبابہ کے سر کے بال کھلے ہوئے ہیں۔

کہا: اے لبابہ! ابھی تو میں زندہ ہوں، تم نے سر کے بال کیوں کھول دیے؟

Presented by Ziaraat.Com

فرماتی ہیں کہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے کہ سکینہؑ بار بار آتی ہے، ہاتھ میں خالی کوزہ لیے ہوئے، اے چچی جان! پیاسی ہوں، چچا کے ہوتے ہوئے میں پیاسی ہوں۔

اے عباسؑ! آپ پانی کا انتظام کیجیے۔ کہا: سکینہؑ کو بلا لاؤ، سکینہؑ آگئیں۔ سکینہؑ کو کہا کہ یہ مشک اپنے ہاتھ میں لے لو، دونوں مل کر امام حسینؑ کی خدمت میں آئے تو امام حسینؑ نے فرمایا: اے عباسؑ! کیا سفارش لے کر آئے ہو؟

بس عزادارو!

امامؑ نے کہا: جاؤ عباسؑ! عباسؑ گئے اور فرات پر قبضہ کر لیا۔ مشکِ سکینہؑ بھری، پانی لے کر پلٹے، دشمن نے چاروں طرف سے گھیرا۔ مگر سامنے آنے کی ہمت نہیں ہے لہٰذا چاروں طرف سے حملہ ہوا۔ عباسؑ کا ایک بازو کٹ گیا، اب ایک ہاتھ ہے جس میں علم بھی سنبھالنا ہے، نیزہ بھی سنبھالنا ہے، مشکِ سکینہؑ بھی سنبھالنا ہے۔

عباسؑ آگے بڑھے، پھر حملہ ہوا۔ دوسرا بازو بھی قلم ہو جاتا ہے۔ وفادار عباسؑ نے علم گرنے نہیں دیا، نیزہ گرنے دیا، مگر مشکِ سکینہؑ نہیں گری۔

اب حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا عباسؑ کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے اور آگے بڑھ رہے تھے۔ چار ہزار تیر ایک ساتھ چلے۔ پورا جسم چھلنی ہو گیا، مشکِ سکینہؑ پر تیر لگے، پانی بہہ گیا۔ کسی نے سر پہ ضرب ماری۔ عباسؑ زمین پہ گرے۔ آواز دی: آقا! خبر لیجیے۔ حسینؑ دوڑتے ہوئے پہنچے۔ عباسؑ کا سر اپنی گود میں رکھا، عباسؑ نے اپنا سر جلتی ہوئی خاک پر رکھ دیا۔

حسینؑ نے کہا: عباسؑ یہ کیا ہے؟

عباسؑ نے کہا: آقا دل نہیں مانتا، غلام کا سر آقا کی گود میں کیسے ہو؟ آقا

Presented by Ziaraat.Com

جب آپ گھوڑے سے زمین پہ آئیں گے تو آپ کا سر کون اپنی گود میں رکھے گا؟

ایک وڈیو فلم میں مَیں نے دیکھا کہ جس میں عباسؑ کی قبر دکھائی گئی، قبر بہت چھوٹی تھی۔ تاریخ کہتی ہے کہ جنابِ عباسؑ طویل قد کے تھے کہ جب گھوڑے پر بیٹھتے تھے تو پیر زمین پہ لگ جاتے تھے مگر اتنی چھوٹی قبر کیوں؟ جب عباسؑ زمین پر گرے تو پسر سعد گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑا ہو گیا اور فوج والوں سے خطاب کیا:

اے فوج والو! بتاؤ کسی نے علیؑ سے انتقام لینا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا کہ جس کے باپ کو، جس کے دادا کو، جس کے بھائی کو علیؑ نے قتل نہ کر دیا ہو۔ علیؑ سے انتقام لینا چاہتے ہو؟

پورے لشکر نے کہا: ہاں بدلہ لینا ہے مگر ہمیں علیؑ کہاں ملیں گے؟

کہا: یہ علیؑ کا لاڈلا عباسؑ، آج اس سے اپنا انتقام لے لو، بھاگا ہوا لشکر پلٹا۔ ہر ایک کے ہاتھ میں تلواریں تھیں، کربلا کی زمین پر بکھر گیا۔ اس لیے حسینؑ ہر شہید کا لاشہ لائے مگر عباسؑ کا لاشہ نہ لا سکے۔ صرف علم لے کر پہنچے، خیمے میں علم پہنچا۔ اس لیے جب جناب عباسؑ کی یاد مناتے ہیں تو تابوت نہیں ہوتا، ہر شہید کا تابوت ہم اٹھاتے ہیں مگر عباسؑ کا علم ہوتا ہے کیونکہ تابوت ان کا ہوتا ہے جن کے لاشے اُٹھیں۔ عباسؑ وہ ہیں کہ جن کی لاش نہ اُٹھی۔ حسینؑ علم لے کر پہنچے۔ درمیان میں علم رکھ دیا۔ بیبیوں نے گھیر لیا ـــــ ہائے عباسؑ!

❀❀❀

Presented by Ziaraat.Com

مجلس نہم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- ..... اپنے عقیدے کے خلاف تو امام حسینؑ نے تقیہ کیوں نہیں کیا؟
- ..... یہ ایام تو امام حسینؑ کا غم منانے کے لیے ہیں اس میں یہ مظاہرہ کیسا؟
- ..... ہر دن عاشورہ ہے اور ہر زمین کربلا ہے
- ..... شیعیت کا عقیدہ ہے کہ اللہ معاذ اللہ جاہل ہے
- ..... اگر دس دن کا اضافہ نہ ہوتا تو قوم کا امتحان نہ ہوتا
- ..... سجدہ گاہ پر کیوں سجدہ کرتے ہیں یہ شرک ہے
- ..... کربلا کی خاک پر سجدہ کیوں کرتے ہو؟

ذکر مصائب

- ..... شہادت جناب علی اصغرؑ بن حسینؑ

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ نہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝
وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

جس طرح میں نے کل تقیہ کے بارے میں گفتگو کی کہ قرآن سے بھی تقیہ ثابت ہے، جناب موسیٰؑ کا تقیہ کرنا، خود رسولؐ اللہ غارِ ثور میں چھپ گئے تو یہ بھی تقیہ ہوا، اللہ نے مکڑی کا جالا بُن دیا، کبوتر نے انڈے دے دیئے۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت بھی عملاً تقیہ فرما رہی ہے۔ تو تمام چیزیں ہیں جو پیشِ نظر ہیں لیکن ایک بات کہی جاتی ہے اور وہ بہت اہم بات ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں، تقیہ کے مسئلہ پر بہت اہم چیز ہے کہ جب جان بچانا خطرے میں واجب ہے، عقیدے کے خلاف اظہار کرسکتا ہے، قرآن کی بھی اجازت ہے، حدیث سے بھی ثابت ہے اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔

تو جب اپنے عقیدے کے خلاف بات کرسکتا ہے، اور عمل کرسکتا ہے، اپنے عقیدے کے خلاف تو امام حسینؑ نے تقیہ کیوں نہیں کیا؟ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

کہ جان بچانا واجب ہے۔ عبادتوں کا حکم بدل جاتا ہے۔ مُردار کھانا حرام ہے، نجس ہے۔ مگر اگر جان بچانا منحصر ہو اس پر، تو اب اجازت ہے یعنی حلال جانور ہے مگر بغیر حلال کیے مر گیا ہے، وہ مرا پڑا ہے، اس کو نہیں چھو سکتے، نہیں کھا سکتے، لیکن اگر جان بچانا منحصر ہے اس پر، تو شریعت نے اجازت دی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے جان بچانا اتنا اہم ہے کہ اپنے عقائد کے خلاف بات کر سکتا ہے، مگر پھر امام حسینؑ نے تقیہ کیوں نہیں کیا؟

تقیہ واجب ہے، کہیں جائز ہیں اور تقیہ کبھی کبھی حرام بھی ہو جاتا ہے۔ جہاں واجب ہے، کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں واجب ہے۔ کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں جائز ہے، واجب نہیں۔ تقیہ کرو یا نہ کرو۔ کر بھی سکتے ہو اور نہیں بھی کر سکتے اور ایک مقام ایسا آتا ہے جہاں تقیہ کرنا حرام ہے، جہاں دینا واجب ہو جاتا ہے اور وہی مقام مقامِ کربلا ہے تو اسی لیے امام حسینؑ نے تقیہ نہیں کیا کہ اگر امام حسینؑ تقیہ کر لیتے تو اسلام مٹ جاتا، شریعت ختم ہو جاتی۔

اس لیے منظر زیدی کا تذکرہ ایک مرتبہ پھر کر دوں کہ اس موقع کے اُوپر جب ظالم سامنے موجود ہے اور پتہ ہے کہ اس کے بعد ہاتھ آنے والا نہیں، تو اس وقت تقیہ کرنا حرام ہے۔ جوتا مارنا واجب ہے..... (صلواۃ)

بعض لوگوں نے کہا کہ جناب یہ جو اسرائیل کے خلاف احتجاج ہوا ہے وہ محرم میں کیوں ہوا؟ یہ ایام تو صرف ماتم کرنے کے لیے ہیں، یہ ایام تو امام حسینؑ کا غم منانے کے لیے ہیں اس میں یہ مظاہرہ کیسا؟

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ طوطے کی طرح واقعاتِ کربلا انہوں نے رٹ لیے ہیں، سمجھے نہیں کہ کربلا ہے کیا؟ ان کو معلوم ہی نہیں کہ کربلا ہے کیا؟

Presented by Ziaraat.Com

ارے! جب تم یہ کہہ رہے ہو کہ ظلم کے خلاف مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے تھا صرف غم مناتے رہو، ماتم کرتے رہو، یہ مظاہرہ غم امام حسینؑ کے خلاف ہے تو پھر دیکھو کہ آئندہ کسی یتیم کے سر پر ہاتھ نہ پھیرنا کیونکہ غم حسینؑ کے خلاف نکلے گا۔ کسی مظلوم کی کبھی مدد نہ کرنا، کوئی ننھا سا بچہ سڑک پار کرنا چاہے تو اس کو سڑک پار نہ کرانا، کربلا کے دوران۔

کربلا کو سمجھے ہی نہیں۔ کربلا کا مقصد کیا ہے؟ نہیں سمجھے مقصد شہادت حسینؑ سے واقف نہیں۔ اس لیے امامؑ کا ارشاد ہے، کس کا ارشاد ہے؟ کبھی کبھی جاہل لوگ اعتراض کردیتے ہیں۔

کسی نے کہا:

كُلُّ يَوْمٍ عَاشُورَاء كُلُّ اَرْضٍ كَرْبَلَا

یہ چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ کم عقیدہ کوئی کہہ سکتا ہے، کسی اور امامؑ کی طرف سے ارشاد ہوتا تو کوئی کم عقیدہ کہہ سکتا تھا کہ کیونکہ کربلا کے واقعات میں شریک نہیں ہوئے لیکن یہ وہ امام کہہ رہا ہے کہ جنھوں نے کربلا کے سارے مصائب کو برداشت کیا، ان کا فرمان ہے:

"ہر دن عاشورہ ہے اور ہر زمین کربلا ہے"۔

ہم سب جب کہتے ہیں کہ کاش ہم کربلا میں ہوتے مگر سمجھ کر نہیں کہتے۔ اگر کربلا اتنی ہی آسان ہوتی تو لاکھوں شیعہ ہوتے کربلا میں، ۷۲ نہ ہوتے۔

اگر کسی صاحب کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ انھیں ۱۰ ہزار روپے کی ضرورت ہے لہٰذا اب انھیں دُور سے آتا ہوا میں دیکھوں گا تو پاس کی گلی میں مڑ جاؤں گا کہ کہیں ملاقات ہو تو کہیں مانگ نہ لے۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن کسی نے بتایا کہ انھیں کسی نے دے دیئے ہیں، اب مجھے معلوم ہو گیا کہ اب انھیں ضرورت نہیں ہے، اب خطرہ ٹل چکا ہے، لہٰذا سامنے سے دکھائی دیئے تو ہم خود ہی لپک پڑے، قریب پہنچے، کیا حال ہیں آپ کے، مزاج کیسا ہے؟ سنا ہے آپ کو کوئی پریشانی تھی، ہم کو کیوں نہیں بتایا آپ نے، میں آپ کی ساری مشکل حل کر دیتا۔ کیوں کہ اب معلوم ہے کہ ان کی کوئی مشکل نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب یہ سمجھتا ہے کہ مشکل ٹل گئی، تو اب کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ "کاش ہم ہوتے کربلا میں"۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ دوبارہ کربلا ہونا نہیں ہے، نہ کربلا ہوگی نہ ہمیں جان دینا ہوگی۔ حالانکہ کہنے میں کیا حرج ہے۔

مگر امامؑ نے فرمایا: یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری زندگانیاں ختم ہو گئیں۔

كُلُّ يَوْمٍ عَاشُورَاءَ وَكُلُّ اَرْضٍ كَرْبَلَا

قیامت تک تمہارا امتحان لیا جاتا رہے گا، قیامت تک تم کو ثابت کرنا ہوگا کہ "تم یزیدی ہو یا حسینی ہو"۔

ہر دن عاشورہ اور ہر دن کربلا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دن میں یزید موجود رہیں گے، اب تمہارا امتحان ہوگا کہ تم حق کا ساتھ دیتے ہو یا باطل کا ساتھ۔ مظلوم کا ساتھ دیتے ہو یا ظالم کا ساتھ۔ اگر ظالم کا ساتھ دیا تو تمہارا شمار یزیدیوں میں ہوگا اور اگر مظلوموں کا ساتھ دیا تو تم آج بھی کربلا والے ہو۔

اور یہی مختار زیدی نے اپنے کردار کے ذریعہ سے ثابت کیا ہے جو آج ان کا نام لینے میں شرم محسوس کر رہے ہیں کہ کہیں آقا ناراض نہ ہو جائیں۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ شیعیت کا عقیدہ ہے کہ اللہ معاذ اللہ جاہل ہے، وہ

Presented by Ziaraat.Com

مستقبل کے حالات سے ناواقف ہے۔ لہٰذا وہ اپنے فیصلے بدلہ کرتا ہے۔

یہ شیعہ مسلک پر الزام ہے کہ شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ کو مستقبل کا علم نہیں ہے اللہ نہیں جانتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ لہٰذا وہ فیصلہ کرتا ہے جب اسے کسی خرابی کا علم ہوتا ہے تو اپنا فیصلہ بدلتا ہے اور شیعہ اسی بات کا عقیدہ رکھتے ہیں اس کو مسئلہ بداء کہتے ہیں یعنی یہ معاذ اللہ اللہ کی جہالت کے قائل ہیں۔

یہ الزام لگایا جاتا ہے اور اس کی مثال پیش کی جاتی ہے کہ چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند کے بارے میں مثال دی جاتی ہے کہ پہلے اللہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ امامت آپؑ کے بیٹے اسماعیلؑ کو ملے، مگر جب اسماعیلؑ کے بارے میں پتہ چلا کہ امامت کے اہل نہیں ہیں تو فیصلہ بدلہ اور پھر امام موسیٰؑ کاظم کو امام بنایا۔

یہ الزام سخت ہے نہ کسی شیعہ کا یہ عقیدہ ہے اور نہ کسی امامؑ نے فرمایا بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ "زمانے کی مصلحت کے لحاظ سے اللہ حکم میں تبدیلی فرماتا رہا ہے" اور اگر معاذ اللہ ہم مان لیں کہ اللہ کوئی حکم دے اور پھر غلطی کا احساس کر کے اس حکم کو بدل دیتا ہے، تو پھر شریعتیں کیوں بدلیں؟

ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ علماء نے بیان یہ کیا ہے: "جیسا زمانے کی مصلحت ہوتی ہے ویسے وہ حکم دیتا ہے اس کے بعد مصلحت کے تحت حکم کو بدلتا ہے۔

اور اس کی قرآن مجید میں مثالیں موجود ہیں۔ کبھی کبھی امتحان لینے کے لیے پہلا حکم ہوتا ہے اور اس کے بعد جب امتحان ہو چکا ہوتا ہے تو حکم میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ مجھے یہ بتائیے کہ جناب ابراہیمؑ کو حکم نہیں تھا کہ ذبح کرو۔

جناب ابراہیمؑ کو حکم تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو اور جب جناب ابراہیمؑ

Presented by Ziaraat.Com

پوری طرح سے آمادہ ہو گئے، پٹی باندھ لی، چھری تھام لی اور چھری چلا بھی دی۔ تو اب بجائے اسماعیلؑ کے دُنبہ آ گیا۔ تو حکم تبدیل ہوا یا نہ ہوا، حکم میں تبدیلی ہوئی یا نہ ہوئی کہ پہلے اسماعیلؑ کے ذبح کا حکم ہوا اور بعد میں حکم واپس لے لیا۔

یہ فیصلہ اس لیے نہیں بدلا کہ معاذ اللہ آگے کا علم نہیں تھا بلکہ پہلا حکم اس لیے تھا۔ ابراہیمؑ کو اسماعیلؑ کی ایثار و قربانی کے جذبے کو دنیا پہ ظاہر کرے کہ دیکھو میرے بندے ایسے ہیں، یہ میرے محبت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ ابراہیمؑ ذبح کرنے کے لیے آمادہ ہیں اور اسماعیلؑ ذبح ہونے کے لیے آمادہ ہیں۔ جب یہ دنیا پر ثابت ہو گیا تو پھر اسماعیلؑ کو اللہ نے بچا لیا کیونکہ آگے قربانی ہونے والی تھی۔

تو بتایئے کہ فیصلہ بدلا یا نہیں بدلا؟ قرآن کہہ رہا ہے کہ اللہ نے اپنا فیصلہ بدلا۔ جناب یونسؑ کے سلسلہ میں قرآن میں موجود ہے کہ کہہ دیا تھا کہ تین دن میں عذاب آنے والا ہے، تو کیا اپنی طرف سے کہا تھا؟ بلکہ اللہ نے اطلاع دی تھی، اللہ نے باخبر کیا تھا، کہ کہہ دو کہ تین دن میں عذاب آنے والا ہے۔

تو جناب یونسؑ اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے لیکن جب چوتھے دن واپس آئے تو پالنے والے تیرے ہی حکم پر میں نے اطلاع دی تھی اور یہ مجھے جھٹلا رہے ہیں۔ میرا مذاق اُڑا رہے ہیں تو اعلان ہوا: اے یونسؑ! تم جھوٹے نہیں ہو، تین دن میں عذاب آنے والا تھا، یہ تباہ ہونے والے تھے، برباد ہونے والے تھے، میرا فیصلہ یہی تھا مگر اس طرح سے انہوں نے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں کہ میں نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔

تو فیصلہ بدلا یا نہیں بدلا؟.....(صلواۃ)

بلکہ عذاب کا اس لیے تھا کہ وہ گڑگڑا کر دعائیں مانگیں اور قرآن میں واقعہ ثبت ہو جائے کہ دیکھو اگر تم عذاب کے مستحق بن رہے ہو، تو میری طرف سے تمہیں

Presented by Ziaraat.Com

یہ موقع دیا جا رہا ہے، اگر عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اسی طرح گڑگڑا کر دعا مانگو کہ جس طرح قوم یونسؑ نے مانگی تھی۔

تو دعاؤں کی مثال قائم کرنا تھی اس لیے قدرت نے پہلے عذاب کا حکم دیا، پھر عذاب واپس لے لیا۔ اس طرح تیسری مثال قرآن سے پیش کرتا ہوں، قرآن اعلان کر رہا ہے کہ

''ہم نے موسیٰؑ سے کہا کہ آؤ کوہ طور پر ۳۰ دن کا روزہ رکھو۔ جناب موسیٰؑ اپنے ۷۰ ساتھیوں کو لے گئے کوہ طور پر۔ ۳۰ دن کے روزے کا حکم تھا، پھر اعلان ہوا کہ وَاَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ (سورۂ اعراف:۱۴۲) ''اور ہم نے دس کا اضافہ کیا''۔

مجھے بتایئے کہ اگر چالیس راتوں میں کوئی مصلحت تھی تو پہلے ہی چالیس کا حکم کیوں نہ دیا، پہلے ہی کہہ دیتا کہ چالیس دن رکھو روزے۔ پہلے ۳۰ دن کا حکم ملا پھر ۱۰ دن کا اضافہ ہو گیا۔

یہ کیوں اضافہ کیا تا کہ قوم کا امتحان ہو۔ قوم کو معلوم تھا کہ ۳۰ دنوں کے لیے جا رہے ہیں، تو ۳۰ تک موسیٰؑ کے ساتھ رہے مگر ادھر اس دن کا اضافہ ہوا۔ تو اسی دن دس دن کے اندر سامری نے گئوسالہ بنا لیا تھا۔ اسی ۱۰ دن کے اندر بنی اسرائیل گمراہ ہو گئی تھی۔

اگر دس دن کا اضافہ نہ ہوتا تو قوم کا امتحان نہ ہوتا۔ ایک مثال سنیے:

قبلہ اوّل کیا ہے مسلمانوں کا؟ بیت المقدس، قرآن مجید بھی کہہ رہا ہے، تمام حدیثیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سجدہ کرتے تھے، اس کے بعد حکم میں تبدیلی آئی، آج بھی مسجد موجود ہے۔ ذوالقبلتین آپ جب مدینہ تشریف لے جائیں گے تو اس مسجد کی زیارت کیجیے گا جو مسجد

Presented by Ziaraat.Com

ذوالقبلتین ہے، یعنی ایک ہی مسجد ہے مگر دو قبلے۔

رسولؐ اللہ نماز پڑھ رہے ہیں، حالتِ نماز میں حکم نازل ہوا تھا کہ آپ بیت المقدس کی طرف رُخ کیے ہوئے ہیں لہٰذا کعبہ کی طرف منہ کیجیے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ رسولؐ مڑے اور علیؑ مڑے، اس کے علاوہ کوئی نہیں مڑا اور اس کے بعد آیت نازل ہوتی ہے۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۴)

"اے رسولؐ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کب تبدیلیٔ قبلہ کا حکم آتا ہے"۔

اے رسولؐ! ہم عنقریب آپ کا رُخ اس قبلہ کی طرف پھیر دیتے ہیں، جدھر آپ کی مرضی ہے، بس حبیبؐ اور خلیلؑ کے فرق کو بھی دکھانا تھا کہ وہ خلیلؑ ہے کہ جس نے اللہ کی مرضی سے قبلہ بنایا اور یہ حبیبؐ ہیں کہ جس کی مرضی کو قبلہ بنایا جا رہا ہے۔

حالتِ رکوع میں ہیں رسولؐ، اسی حالتِ رکوع میں مڑ گئے اے اللہ کے رسولؐ! اتنی عجلت کیوں ہے؟ اتنی جلدی کیوں ہے؟

کم از کم یہ نماز تمام ہو جانے دیجیے بیت المقدس کی طرف، دوسری نماز پڑھ لیجیے گا، کم از کم رکعت بھی مکمل ہو جانے دیجیے۔ دوسری رکعت کعبہ کی طرف پڑھ لیجیے گا۔ کم از کم رکوع ہی مکمل ہو جانے دیجیے، رکوع کے بعد رُخ پھیر لیجیے گا۔

ادھر حکم آیا اور مڑ گئے۔ تو شاید رسولؐ جواب دیں کہ آیت کریمہ میں کون سا حرف استعمال ہو رہا ہے۔ آیتِ کریمہ میں حرف "ف" استعمال ہو رہا ہے، فوراً مڑ جاؤ تو جہاں عربی زبان میں حرف "ف" استعمال ہوتا ہے وہاں کام فوراً ہونا چاہیے، بلا تاخیر ہونا چاہیے، درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی قرآن

Presented by Ziaraat.Com

میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ادھر جناب موسیٰؑ نے عصا مارا۔

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (سورۂ بقرہ، آیت ۶۰)

فوراً بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عصا کے مارنے اور چشمے پھوٹنے میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ خداوند عالم اپنی قدرت کے لیے ارشاد کر رہا ہے:

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

"جب وہ یہ چاہتا ہے کہ کسی شے کو خلق کرے تو کہتا ہے ہو جا، تو فوراً وہ شے ہو جاتی ہے"۔ (سورۂ یٰسین، آیت ۸۲)

ایک اور آیت پیش کر دوں کہ جب جناب آدمؑ کی تخلیق ہوئی:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (سورۂ حجر، آیت ۲۹)

"جیسے ہی میں اپنی روح آدمؑ کے پتلے میں پھونکوں فوراً سجدہ میں گر جانا، تاخیر نہ کرنا"۔

اس کا مطلب ہے کہ عربی زبان میں جب کوئی کام فوری کروانا ہوتا ہے تو حرف "ف" استعمال ہوتا ہے، بلا تاخیر کروانا ہوتا ہے۔ جب بات بلا فصل منوانا ہوتی ہے تو عربی زبان میں حرف "ف" استعمال ہوتا ہے۔

میں نے قرآن کی اتنی مثالیں پیش کر دیں کہ جہاں اللہ نے حرف "ف" استعمال کر کے کام فوراً کروایا ہے، مجھے بتائیے کہ کبھی اللہ کے رسولؐ نے بھی کسی موقع و محل پر یہ حرف "ف" استعمال کیا ہو تو تاریخ میں ایک موقع مل رہا ہے جب پالانوں کا منبر بنا ہوا ہے۔ علیؑ رسولؐ کے ہاتھوں پر بلند ہیں، رسولؐ اعلان کر رہے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

مَن کُنتُ مَولَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَولَاہُ..... (صلواۃ)

حکم بدلا کہ نہیں بدلا کہ پہلے بیت المقدس کی طرف، اس کے بعد حکم بدلا کہ اب کعبہ کی طرف سجدہ کیجیے۔ تو اگر کعبہ کی طرف سجدہ کروانا تھا تو پہلے ہی کیوں نہ حکم دے دیا۔

قرآن نے اعلان کیا کہ ہم تمہارا امتحان لے رہے تھے، تاکہ یہ بھی تو پتا چلے کہ رسول کا مطیع و فرمانبردار کون ہے، کیونکہ ایک ہی مڑا رسولؐ کے ساتھ ساتھ..... (صلواۃ)

بداء کے معنی ہیں ظاہر ہونا، یعنی جو چیز مخفی ہو اس کا ظاہر ہونا، جو چیز چھپی ہے اس کا سامنے آ جانا، تو جہاں اللہ فیصلے تبدیل کرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ پر مصلحتیں ظاہر ہوتی ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بندوں پر اس کی مصلحتیں چھپی ہوئی تھیں۔ اب صحیح بخاری (جلد ۲، ص ۷۸، طبع مصر) کی ایک مثال پیش کیے دیتا ہوں۔ اس پر موجود ہے کہ اللہ کو تین شخصیتوں کے بارے میں بداء ہوا: ایک اندھا تھا، ایک کانا تھا، ایک گنجا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں بھی بداء کا لفظ موجود ہے۔ اگر عقیدہ بداء شرک ہے تو اس میں پھر سب شامل ہیں، اس میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔

اسی طرح شیعوں کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہ بانی ہے مذہب شیعہ کا، آج بھی یہی بات کہی جاتی ہے کہ عبداللہ ابن سبا ایک یہودی تھا۔ اس نے مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی، اس نے کہا کہ علیؑ خلیفہ بلافصل ہیں اور اسی سے فرقہ شیعوں کا بن گیا۔ مگر ہمارے سارے علماء نے سب نے تفسیر کی ہے۔ عبداللہ ابن سبا کی، کہ وہ جھوٹا تھا، لعنتی تھا، زندیق تھا، ملحد تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

مجھے یہ بتایئے کہ اگر وہ ہمارے مذہب کا بانی ہوتا تو کیا اپنے مذہب کے بانی کو ہم کافر کہیں گے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کا، لیکن آج موجودہ بہت بڑے عالم سال دو سال پہلے ان کا انتقال ہوا ہے، انہوں نے عبداللہ ابن سبا پر پوری کتاب لکھی تھی، اس نے تحقیق یہ کی کہ صرف اور صرف پہلی مرتبہ طبری میں اس کا نام آیا، عبداللہ ابن سبا کا۔ اور راوی ہے سیف نام کا ایک شخص، جس نے روایت کی۔ عبداللہ ابن سبا کے سلسلہ میں، اور اس سے پہلے نہ کبھی عبداللہ ابن سبا کا نام ملا ہے، نہ اس کے کسی ماننے والے کا نام، پہلی مرتبہ طبری نے گھڑا، کیوں سیف نام کے راوی کے بارے میں تمام محدثین کہتے ہیں کہ وہ بڑا جھوٹا تھا۔ سیف ابن عمر اس کا نام تھا، اس کی روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

تو اسی معتبر کتاب میں ایک حدیث اور بھی ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ میں رسولؐ نے علیؑ کا ہاتھ بلند کر کے کہا تھا:

هٰذَا اَخِی ، وَوَصِی وَخَلِیفَتِی مِن بَعدِی

''یہ علیؑ میرا بھائی ہے، میرا وصی ہے اور میرے بعد میرا خلیفہ و جانشین ہے''۔

یہ روایت مگر پہلے ایڈیشن میں تھی مگر ذوالعشیرہ کا تذکرہ ہے، مگر اس طرح سے کہ رسولؐ نے علیؑ کا ہاتھ بلند کر کے کہا:

هٰذَا اَخِی وَکَذَا وَکَذَا

جسے اُردو میں کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ، یعنی اخی کے بعد وغیرہ وغیرہ۔ وہ جملے کاٹ دیئے جو پہلے لکھے تھے۔

یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ سجدہ گاہ پر کیوں سجدہ کرتے ہیں یہ شرک ہے،

Presented by Ziaraat.Com

غیر خدا ہے، مگر صحیح بخاری کی حدیث ہے اور ام المومنین حضرت عائشہؓ راویہ ہیں کہ رسولؐ اپنی جیب میں خمرہ رکھتے تھے۔ خمرہ جو چٹائی اور مٹی سے بنی ہوئی ٹکیہ، اور جب بھی سجدہ کرتے تھے تو وہ جیب سے ٹکیہ نکالتے تھے اور اس پر سجدہ کرتے تھے۔ بتاؤ شرک ہے کہ نہیں ہے؟

جلال الدین سیوطی نے تحریر کیا اسی حدیث کو لکھ کر پھر تحریر کرتے ہیں کہ یہی وہ خمرہ ہے جس کو شیعہ استعمال کیا کرتے ہیں مگر بچنے کی کوشش کی گئی کہ خمرہ سے مراد چٹائی ہے تاکہ سجدہ گاہ سے بچا جاسکے۔

لیکن عربی زبان کی تحقیق تو کریں کہ خمرہ بنا کہاں سے ہے؟ خمرہ بنا ہے خمیر سے، تو کیا چٹائی کا خمیر بنتا ہے؟ خمیر کے معنی ہیں کسی چیز کو گوندھنا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی چیز کی ٹکیہ بنائی جاتی ہے تو پہلے اس شے کا خمیر بنایا جاتا ہے۔

پتہ چلا کہ سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا سنت رسالت ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ پھر کربلا کی خاک پر سجدہ کیوں کرتے ہو؟ بھئی جب ہر زمین پاک ہے، تو پھر کربلا کی خاک پر سجدہ کیوں؟ اس لیے کہ اگر اس خاک پر سجدہ کیا تو پھر سجدہ کو معراج مل جائے گی، اس میں خون کے وہ ذرے شامل ہیں جو کربلا کے میدان میں، ان مقدس جسموں سے گرے تھے۔ اگر اس کا کروڑواں حصہ بھی سجدہ گاہ میں آ گیا تو ہمارے سجدوں کو معراج مل جائے گی۔

پھر یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں تو وہ خون بھی ہے تھے جو دشمنوں کے تھے۔

آیئے قرآن ہی سے جواب لیں۔

تو میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہی صحیح ہے تو جہاں قرآن مجید میں رسولؐ کا نام ہے، ابراہیمؑ کا نام ہے، موسیٰؑ کا نام ہے، عیسیٰؑ کا نام ہے وہاں اسی قرآن میں فرعون

Presented by Ziaraat.Com

بھی ہے، شداد بھی ہے، شیطان بھی ہے، جب قرآن سر پر رکھتے ہیں تو کیا ان آنتوں کو الگ ہٹا دیتے ہیں جب قرآن کو چومتے ہیں تو کیا ان آنتوں کو جدا کر دیتے ہیں۔

کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ قرآن صامت کی طہارت ان ناموں پر غالب آ گئی ہے۔ تو بس اسی طرح سمجھ لیجیے کہ قرآن ناطق کا جو خون بہا ہے کربلا میں اس کی طہارت ان نجاستوں پر غالب آ گئی ہے۔

ذکرِ مصائب

آقا کی خدمت میں تعزیت پیش کرنا ہے جس نے ۷۲ لاشے اُٹھائے۔ کبھی عونؑ و محمدؑ کا لاشہ، کبھی قاسمؑ کا لاشہ، اور کہیں علی اکبرؑ کا لاشہ۔

عزادارو!

آخر میں کائنات وہ منظر دیکھ رہی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ حسینؑ اپنے ہاتھوں پر۔ اے قومِ جفا کارا! اگر میں تمہاری نگاہوں میں گناہ گار ہوں تو اس ننھے سے بچے نے کیا خطا کی ہے، اسے تو پانی پلا دو۔

جواب نہیں آیا۔ امام حسینؑ نے کربلا کی زمین کے اُوپر، علی اصغرؑ کو لٹا دیا اور دُور ہٹے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے بہانے مَیں پینا چاہتا ہوں، تم اپنے ہاتھوں سے اس بچے کو پانی پلا دو۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے، جب حسینؑ نے اپنے ننھے سے بچے کو کربلا کی زمین پر لٹایا تو کربلا کی زمین اتنا جل رہی تھی کہ بچہ مچھلی کی طرح تڑپا، لیکن پھر کوئی جواب نہیں آیا۔

حسینؑ نے پھر بچے کو آغوش میں لیا، اے علی اصغرؑ! ایسا لگتا ہے کہ انھیں

Presented by Ziaraat.Com

یقین نہیں آ رہا ہے کہ تو پیاسا ہے، تو اپنی پیاس خود ظاہر کرے۔

حمید کہتا ہے کہ میں وہ منظر دیکھ رہا تھا کہ بچے نے اپنی سوکھی ہوئی زبان ہونٹوں پر پھیرنا شروع کی۔ فوج میں بغاوت کے آثار نمودار ہونے لگے۔ ابن سعد نے حرملہ سے کہا کہ تیر چلاؤ، ایک تیر ایسا تھا کہ جس کی تین نوکیں تھیں۔

تاریخ کہتی ہے کہ بچہ کا وزن کم تھا، تیر کا وزن زیادہ تھا، تیر چلا، علی اصغرؑ کے گلے پر لگا، بچہ شہید ہو گیا، ماں کی آغوش میں علی اصغرؑ کو دیا۔

اب حسینؑ کربلا میں تنہا ہیں۔ چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں، کوئی تیر مار رہا ہے، کوئی تلوار مار رہا ہے، اور آخر میں حسینؑ خیموں میں رخصت کے لیے آتے ہیں، سب سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ آخر میں جناب زینبؑ سے رخصت ہوئے۔

آئے میدان میں ایسی جنگ کی، فوج میں کہرام مچا دیا، گویا موت کی چکی چل رہی تھی، بس کانوں میں آواز آئی: بس حسینؑ بس! اب واپسی کا وقت قریب ہے، تلوار نیام میں رکھ لی، بھاگی ہوئی فوج پلٹی۔

کوئی تیر مار رہا ہے، کوئی تلوار مار رہا ہے، جس کے پاس کچھ نہیں تھا، اس نے جھولیوں میں پتھر لیے ہوئے تھے، وہ پتھر مار رہے تھے۔

بس عزادارو!۔۔۔ حسینؑ گھوڑے سے زمین پہ آئے بلکہ امام زمانہؑ نے کہا ہے کہ میرا سلام ہو حسینؑ پر کہ جو نہ زین پر تھا نہ زمین پر۔

جب روایت دیکھی تو پتا چلا کہ جسم میں اتنے تیر لگے ہوئے تھے کہ جسم تیروں پر معلق ہو گیا تھا۔

حسینؑ سجدہ کرنا چاہتے ہیں مگر بڑی مشکل سے سجدہ کیا۔۔۔ وَاحُسَیْنَاہ!

❁❁❁

Presented by Ziaraat.Com

مجلس دہم

موضوع: شیعیت پر اعتراض کیوں؟

- نبوت دنیا میں آ کر نہیں ملی تھی رسالت دنیا میں آ کر نہیں ملی تھی بلکہ نبی بن کر پیدا ہوئے تھے
- مولا علیؑ ماں کی آغوش میں نہیں گئے باپ کی آغوش میں نہیں گئے
- اللہ نے علیؑ کو اپنی طرف منسوب کرلیا
- اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہے تو سب سے پہلا عبادت گزار میں ہوں
- ہم اپنے خداؤں سے دعا مانگتے مانگتے تھک چکے ہیں مگر بارش نہیں ہوئی
- روشن چراغ ہیں آپؐ ـــــ رسولؐ کو روشن چراغ کیوں کہا گیا؟

ذکر مصائب

- شہادت جناب امام حسینؑ
- حسینؑ نے جو دین کا چراغ کربلا میں جلایا اس میں کس کس کا خون شامل ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

مجلسِ دہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ (سورۃ الاحزاب ۴۵-۴۶)

پورے عشرے میں یہ آیت کریمہ عنوانِ بیان رہی کہ جس میں مَیں نے قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہمارے رسولؐ وہ ہیں، ان کی حیات باقی ہے، ان کی زندگی باقی ہے، اور یہ رسولؐ وہ ہیں کہ جب کائنات میں کچھ نہ تھا، تب بھی تھے، آج بھی ہیں۔ جب کائنات میں کچھ نہ رہے گا تب بھی موجود رہیں گے.....(صلوا)

اور میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن کے لحاظ سے عقیدہ یہ ہے، جب سے ہیں تب سے رسولؐ ہیں اور چالیس برس کے سن میں اعلانِ رسالت ہوا۔

قرآن مجید سے ثابت ہے یہ بات، میں نے بہت سی آیات کے ذریعہ سے اس بات کو ثابت کیا، تو یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کیونکہ لفظ اَرْسَلْنَا اس آیت کریمہ میں استعمال ہو رہا ہے۔ اس کے معنی ہیں بھیجنا، تو کبھی وہ چیز جاتی ہے

Presented by Ziaraat.Com

جو چیز پہلے سے موجود ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بحیثیت رسولؐ کسی بارگاہ میں پہلے سے موجود تھے، جہاں سے بھیجے جا رہے تھے۔

نبوت دنیا میں آ کر نہیں ملی تھی، رسالت دنیا میں آ کر نہیں ملی تھی بلکہ نبیؐ بن کر پیدا ہوئے تھے، یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ میں ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ اس طرح سے ہے کہ جس وقت مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کی کعبہ میں ولادت ہوئی ہے، اور تین دن تک کعبہ کے اندر رہے ہیں، اس کے بعد حضور سرور کائناتؐ ان کے استقبال کے لیے تشریف لائے ہیں اور آغوشِ رسالت میں آئے ہیں اور فرمایا تھا: اے اللہ کے رسولؐ اجازت ہے کچھ پڑھوں؟

میں مولا علیؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کو تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ اے محمد مصطفیؐ! اجازت ہے کچھ پڑھوں؟ اے ابن عم! اجازت ہے کچھ پڑھوں؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ کے رسولؐ! ابھی تو خود رسول نے بھی نہیں کہا کہ میں رسولؐ ہوں۔ تو پہلی بات تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ اعلانِ رسالت سے پہلے ہی رسولؐ ہیں۔

مولا علیؑ کے یہ جملے ثابت کر رہے ہیں کہ اعلانِ رسالت نہیں ہوا مگر رسولؐ ہیں۔ اسی لیے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے اللہ کے رسولؐ کچھ پڑھوں؟

اور دوسرا پہلو اس میں یہ ہے کہ مولا علیؑ کو معلوم ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ فہرست بنے گی کہ پہلے کون اسلام لایا ہے، لہٰذا پیدا ہوتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کر رہے ہیں کہ دیکھو! جب فہرست بنانا ہو تو اس میں مجھے شامل نہ کرنا، کیونکہ اس فہرست میں وہی شامل ہو سکتے ہیں جو پہلے کافر رہے ہوں، پھر مسلمان رہے ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

اب آپ یہ سوچتے ہوں گے کہ رسولؐ کی آغوش میں علیؑ ہیں اور اب ماں کو واپس کر دیا ہوگا، باپ کی خدمت میں چلے گئے ہوں گے۔

تاریخ کہتی ہے کہ مولا علیؑ اب ماں کی آغوش میں نہیں گئے، باپ کی آغوش میں نہیں گئے بلکہ رسولؐ اپنے گھر لے گئے، جناب خدیجہؑ اور رسولؐ اللہ ہیں اور مولا علیؑ رسولؐ کے گھر میں ہیں اور ظاہر ہے کہ جہاں بچہ ہوتا ہے لوگ مبارکباد دینے وہیں جاتے ہیں۔

یہیں پر ایک عمومی سوال ہوتا ہے جو اس موقع پر کیا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ سوال ضرور ہوتا ہے۔ تو پہلا سوال لوگ یہ کرتے ہیں کہ بچہ کی صورت کس پر گئی ہے، بچہ کس سے مل رہا ہے، تو گھر والوں سے شباہت ہوتی ہے۔

تو یہی سوال رسولؐ کے لیے مشکل بن گیا کیونکہ اب لوگ رسولؐ سے سوال کر رہے تھے کہ بچہ کس پر گیا ہے لیکن علیؑ اس گھر میں پیدا ہوئے ہیں کہ جس گھر والے کی نہ تو کوئی صورت ہے۔

اللہ نے اعلان فرمایا: اے رسولؐ! میں آپ کی مشکل کو حل کیے دیتا ہوں۔ ارے اگر گھر والے ہی سے تو صورت ملتی ہے۔ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ چہرہ وجہُ اللہ ہے، آنکھیں عینُ اللہ ہیں، ہاتھ یَدُ اللہ ہیں، جنب جَنبُ اللہ ہے اور نفس نَفسُ اللہ ہے..... (صلواۃ)

اچھا یہ مشکل تو حل ہوگئی ـــــ اب دوسری مشکل پیدا ہوگئی۔ وہ مشکل یہ ہے کہ رسولؐ نے بڑی تمناؤں کے بعد، بڑی دعاؤں کے بعد علیؑ کو مانگا تھا اور رسولؐ کی گود میں وہی ہیں مگر مشکل یہ ہوئی کہ اللہ نے علیؑ کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔

رسولؐ کہہ رہے ہیں کہ مانگا میں نے مگر اللہ نے اپنی طرف منسوب کر لیا، تو

Presented by Ziaraat.Com

انھوں نے کہا کہ جو چیزیں باقی رہ گئی ہیں اُن کو میں اپنی طرف منسوب کرلوں، لہٰذا سندی: لَحمُكَ لَحمِی ، دَمُكَ دَمِی۔

اے علیؑ! تیرا گوشت میرا گوشت، اور تیرا خون میرا خون۔ کچھ اللہ کی طرف منسوب ہوگیا، کچھ رسولؐ کی طرف منسوب ہوگیا۔ اب میرا اپنا تو کچھ رہا ہی نہیں، مگر سوچا کہ اچھا ہوا، آدھا اللہ کی طرف منسوب، آدھا رسولؐ کی طرف منسوب، اب جو کوئی بھی مجھ سے محبت کرے گا تو وہ آدھی اللہ سے ہوگی، آدھی رسولؐ سے ہوگی اور جو مجھ سے دشمنی رکھے گا، آدھی اللہ سے ہوگی، آدھی رسولؐ سے ہوگی.....(صلواۃ)

تو ہمارے رسولؐ وہ ہیں کہ جو کائنات سے پہلے بھی تھے، آج بھی ہیں، اور جب کائنات نہیں رہے گی، تب بھی موجود رہیں گے۔ جب کائنات میں کچھ نہ تھا، ہر طرف عدم کا سناٹا تھا، نہ آفتاب و ماہتاب، نہ یہ ستارے، نہ یہ چاند، نہ زمین، نہ آسمان، نہ عرش و فرش، نہ لوح، نہ قلم، نہ باغ، نہ بہار، نہ جنت، نہ جہنم، کچھ نہیں تھا، ایک ظلمت تھی ایک اندھیرا تھا۔ تو قدرت نے اس اندھیرے میں ایک شمع روشن کی، اس ایک شمع سے تیراں (۱۳) اور شمعیں روشن کیں جب یہ تیراں شمعیں روشن ہوئیں۔

تو اب کارخانۂ قدرت قائم ہوا، اب مخلوقات کا سلسلہ چلا، تو اس کا مطلب ہے کہ کائنات میں جو سب سے اوّل و افضل مخلوق ہے وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہے۔ سب سے پہلے ان کی خلقت ہوئی۔ قرآن میں بھی اس کی دلیل موجود ہے، اعلان ہو رہا ہے کہ رسول کہہ دیجیے: اِن كَانَ لِلرَّحمٰنِ وَلَدٌ وَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ (سورۂ زخرف، آیت ۸۱) "کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہے تو سب سے پہلا عبادت گزار میں ہوں"۔

قرآن کہہ رہا ہے کہ کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح کر رہی ہے، ہر شے اللہ کی

Presented by Ziaraat.Com

عبادت کر رہی ہے، یہ سورج بھی اللہ کی عبادت کر رہا ہے، چاند بھی اللہ کی عبادت کر رہا ہے، ستارے بھی اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، ہوائیں اللہ کی عبادت کر رہی ہیں، چلتا ہوا بادل بھی اللہ کی عبادت کر رہا ہے۔ سمندر بھی اللہ کی عبادت کر رہا ہے، سمندر کے اندر جو مخلوق ہے وہ بھی اللہ کی عبادت کر رہی ہے۔

ہر چیز اللہ کی عبادت کر رہی ہے اور اے رسولؐ! کہہ دیجیے کہ "میں سب سے پہلا عبادت گزار ہوں"۔

تو کائنات کی ہر چیز اللہ کی عبادت کر رہی ہے، اور رسولؐ کہہ دیجیے کہ میں پہلا عبادت گزار ہوں۔

تو سب سے پہلا عبادت گزار وہی ہو سکتا ہے جو زمین سے بھی پہلے ہو، جو کائنات کی ہر چیز سے پہلے ہو۔ جب کائنات سے پہلے موجود ہیں، اور آج بھی موجود اور قیامت تک موجود۔ قیامت میں بھی موجود، ورنہ اگر موجود نہ رہیں گے تو ہماری شفاعت کون کرے گا؟

قرآن کہہ رہا ہے کہ یہ گواہ ہیں، ہمارے ہر عمل کے گواہ ہیں اور گواہ وہی ہو سکتا ہے جو موجود ہو۔

اس کا مطلب ہے کہ موجود ہیں، اور کائنات کے بعد بھی موجود رہیں گے۔

اس کی بھی قرآن میں دلیل موجود ہے۔ اگر کوئی اپنے گھر کو خالی کر دے، سب کو نکال دے۔ کھڑکیاں، دروازے بند کر دے اور اکیلے وہ چیخے کہ بتاؤ یہ گھر کس کا ہے؟ ہر ایک کہے گا کہ دیوانہ ہو چکا ہے، پاگل ہو گیا ہے۔ جب کوئی جواب دینے والا نہیں ہے تو سوال کس سے کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی سوال کیا جائے تو جواب دینے والا موجود ہونا چاہیے۔

Presented by Ziaraat.Com

اگر ہم ایسا عمل کریں، دیوانے کہے جائیں گے، اللہ تو خالق عقل ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے: کائنات میں کچھ نہیں ہوگا۔ ہر چیز مٹ چکی ہوگی۔ اس وقت ندائے قدرت آئے گی:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (سورۂ غافر، آیت ۱۶)

بتاؤ کہ یہ ملک کس کا ہے، یہ اقتدار کس کا ہے؟ پالنے والے جب کوئی جواب دینے والا نہیں ہے، تو تو سوال کس سے کر رہا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ سوال خود بتا رہا ہے کہ اس کے بعد بھی کچھ جواب دینے والے موجود ہوں گے، وہ جواب دیں گے:

وَلِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورۂ غافر، آیت ۱۶)

"آج بھی ملک اس اللہ کا ہے جو قہار ہے"..... (صلوات)

تو جب زندہ ہیں تو ان کو دعاؤں میں وسیلہ بنایا جا سکتا ہے تو یہ ہماری بات سنتے بھی ہیں، جب زندہ ہیں تو ہماری مدد کے لیے آ بھی سکتے ہیں۔ قرآن میں بھی موجود، احادیث میں بھی موجود ہے۔ تاریخ میں موجود ہے کہ حضور دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور کچھ لوگ آتے ہیں۔

اُم المومنین کی خدمت میں رسولؐ تشریف فرما نہیں ہیں، قحط پڑا ہوا ہے، ہم کیا کریں؟

تو تمام کتابوں میں موجود ہے کہ اُم المومنین نے فرمایا: جاؤ قبر رسولؐ پہ چلتے ہیں، وہاں پر ایک عمارت موجود تھی۔

اب کیا کیا جائے؟ سورج آگ برسا رہا ہے، بارش نہیں ہو رہی ہے۔ اُم المومنین نے فرمایا کہ چھت میں ایک سوراخ بناؤ تا کہ سورج کی روشنی براہِ راست

Presented by Ziaraat.Com

قبر رسولؐ پر پڑنے لگے۔ جیسے ہی قبر پہ روشنی پڑنے لگی، فوراً ہی ابر جھوم کر آنے لگے اور سب سے پہلے جس نے توسّل کیا رسولؐ اللہ سے، اس کا نام ہے ابوطالبؑ۔

ہر تاریخ اور سیرت کی کتاب میں یہ واقعہ موجود ہے کہ مکہ میں قحط پڑ جاتا ہے، کفار و مشرکین اپنی اپنی عبادت گاہوں میں دعائیں مانگ رہے ہیں، دو برس گزر گئے بارش نہیں ہوئی۔ دعائیں مانگتے مانگتے تھک گئے تو کہا چلو در ابوطالبؑ پر۔

دروازہ کھٹکھٹایا، باہر نکلے، کہا: کیوں تم سب آئے؟

انہوں نے کہا: اے ابوطالبؑ! ہم اپنے خداؤں سے دعا مانگتے مانگتے تھک چکے ہیں، مگر بارش نہیں ہوئی۔ اب اپنے خدا سے دعا مانگئے۔

سارے کافر ثابت کر رہے ہیں کہ ہمارا خدا کوئی اور ہے اور ابوطالبؑ کا خدا کوئی اور ہے۔

جناب ابوطالبؑ نے فرمایا: صبح کو سب کے سب کعبہ کے گرد جمع ہو جاؤ، میں دعا مانگنے پہنچ رہا ہوں۔

صبح نمودار ہوتی ہے، رسول کا سن کُل پچیس برس کا ہے، اپنے بھتیجے کو لے کر چلے، کعبہ کے قریب پہنچے۔ کہا کہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑے ہو جایئے۔ کسی فقیہ سے پوچھئے کہ اگر دورانِ طواف کعبہ کی طرف پشت ہو جائے تو طواف باطل۔

اور ابوطالبؑ نے رسول کعبہ کی طرف پیٹھ لگانے کا کہا تو ابوطالبؑ کو معلوم ہے کہ یہ پشت وہ ہے جو کعبہ سے افضل ہے۔ اور اس کے چالیس اشعار کا قصیدہ پڑھا، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

"اے حسین چہرے والے! تیرا چہرہ تو ایسا ہے کہ ابھی ابر کو واسطہ دے دوں تو برسنے لگے"۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ ہے ایمانِ ابوطالبؑ، جس نے سب سے پہلے توسل اختیار کیا۔ عالمِ اسلام کے بہت بڑے عالم امام غزالی انہوں نے یہ تحریر کیا ہے:

"رسولؐ اللہ جس کی سب سے پہلے شفاعت کریں گے اس کا نام ہے ابوطالبؑ"۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ شفاعت ثابت ہو رہی ہے کہ رسولؐ شفاعت کریں گے اور دوسری چیز ثابت ہو رہی ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ موجود ہے کہ شفاعت صرف مسلمان کی ہوگی، مومن کی ہوگی، کافر کی نہیں ہوگی۔

امام غزالی لکھ رہے ہیں کہ "پہلی شفاعت ابوطالبؑ کی ہوگی"۔ تو خود یہ بات ثابت کر رہی ہے کہ ابوطالبؑ مسلمان و مومن ہیں..... (صلواۃ)

ہمارے ہاں دوسری روایت ہے کہ مولا علیؑ خطبہ دے رہے ہیں، جب خطبہ ختم ہوا تو ایک شخص کہتا ہے:

یا علیؑ! بڑے فصیح ہیں آپ، بڑے بلیغ ہیں آپ، بڑے بہادر ہیں، مگر کاش آپ کے باپ بھی ایسے ہوتے؟

علیؑ نے جلال میں آ کر اس کی طرف دیکھا اور کہا: تو کیا جانے میرے باپ کا مرتبہ، میرا باپ وہ ہے کہ جس نے اسلام کو دیا تو ہے مگر اسلام سے لیا کچھ نہیں۔ اور جب میدانِ حشر میں میرا باپ ابوطالبؑ پہنچے گا تو عرش کو پکڑ کر وہ کہے گا: پالنے والے! میں نے کچھ لیا نہیں بلکہ کچھ دیا ہے۔ لہٰذا بس ایک سوال ہے تجھ سے کہ حشر کے سارے گناہگاروں کو بخش دے، تو خدا سب گناہگاروں کو بخش دے گا۔

تو ابوطالبؑ شفاعت کے محتاج نہیں بلکہ دوسروں کی شفاعت کریں گے۔ (صلواۃ)

Presented by Ziaraat.Com

موضوع کی آیت میں جو لفظ سراج منیر استعمال ہوا ہے روشن چراغ ہیں آپ، رسولؐ کو روشن چراغ کیوں کہا گیا؟

اس لیے کہا گیا کہ جب چراغ روشن ہوتا ہے تو اندھیرا دُور ہو جاتا ہے۔ جب چراغ روشن ہوتا ہے تو چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں، لہٰذا جب یہ چراغ رسالت روشن ہوا تو چھپی ہوئی حقیقتیں ظاہر ہوئیں۔

دوسرے چراغ وہ ہوتے ہیں کہ جن پر آندھیاں غالب آجاتی ہیں اور یہ وہ چراغ ہے جو آندھیوں پر غالب آجاتا ہے۔ اور ایک اور چراغ بھی ہیں۔

اِنَّ الْحُسَیْنَ مِصْبَاحُ الْھُدٰی وَسَفِیْنَۃُ النَّجَاۃ

''میرا حسینؑ وہ ہے، جو ہدایت کا چراغ ہے، اور جب یہ چراغ روشن ہوگا، تو جو یزیدیت کے ذریعہ اندھیرے پھیلائے گئے ہیں، وہ گل ہو جائیں گے''۔

ذکر مصائب

حسینؑ نے جو دین کا چراغ کربلا میں جلایا اس میں کس کس کا خون شامل ہے؟ اس میں علی اکبرؑ کے سینے کا خون بھی شامل ہے۔ اس میں قاسمؑ کے پامال شدہ جسم سے جو خون نکلا وہ بھی شامل ہے۔ اس چراغ میں عباسؑ کے بازوؤں کا خون بھی شامل ہے۔ اس چراغ میں علی اصغرؑ کا خون بھی شامل ہے اور امام حسینؑ کے ایک ہزار سے زیادہ زخموں کا خون بھی شامل ہے۔

عزادارو ____ !

حسینؑ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اسلام کی خاطر، حسینؑ کے پاس کچھ نہ

Presented by Ziaraat.Com

بچا۔ اور آخر میں جب حسینؑ تنہا ہیں میدان میں، چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں، کوئی تیر مار رہا ہے، کوئی تلوار مار رہا ہے، کوئی نیزے مار رہا ہے، اور جس کے پاس کچھ نہ تھا، اس نے جھولیوں میں پتھر بھر رکھے تھے اور وہیں پتھر آقا پر مار رہا تھا۔

بس امام حسینؑ رخصت آخر کے لیے تشریف لاتے ہیں، تمام بیبیوں سے رخصت ہوتے ہیں، سجادؑ سے رخصت ہوتے ہیں۔ اب گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے ہیں، چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔ یہ منظر جناب زینبؑ اور اُم کلثومؑ دیکھ رہی تھیں۔

کہا: بھیا! گھبرایئے نہیں، ہم آپ کو سوار کرائیں گے۔

جناب زینبؑ نے رکابیں تھامیں، امام سوار ہوئے۔ زینبؑ نے کہا: خدا حافظ!

حسینؑ نے آگے بڑھنا چاہا مگر گھوڑا آگے نہ بڑھا۔ گھوڑے نے اپنے چہرے سے اشارہ کیا زمین کی طرف۔ اب جو نیچے دیکھا تو سکینہ لپٹی ہوئی ہے، اے فرسِ وفادار! میرے بابا کو میدان میں نہ لے جا۔

اے بابا! مجھے پتہ ہے کہ آپؑ نے جانا ہے، میری ایک تمنا پوری کر دو۔ چاہتی ہوں کہ آخری مرتبہ آپؑ کے سینے پر سو جاؤں۔

حسینؑ خاک پر لیٹ گئے، سکینہؑ نے سینے پر سر رکھا۔ اچانک آنکھ کھلی اور کہا: بابا! خدا حافظ۔ بابا ابھی آنکھ لگی تھی کہ دادی فاطمہؑ آ گئیں تھیں اور کہا: اے سکینہؑ! حسینؑ کو نہ روکو، ورنہ اسلام نہیں بچ پائے گا۔

میدان میں پہنچے۔ چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ اتنے زخمی ہو گئے کہ اب زین پر ڈگمگانے لگے۔ اسی عالم میں زمین پر آئے۔

امام زمانہؑ نے فریاد کی کہ میرا دادا میرا حسینؑ منہ کے بل زمین پر آیا تھا۔ شمر خنجر لے کر آگے بڑھا، شمر کا خنجر چلتا ہے، ماں فریاد کر رہی ہے۔ شامِ غریباں نمودار

Presented by Ziaraat.Com

ہو جاتی ہے۔

حمید ابن مسلم لکھتا ہے: شام غریباں نمودار ہو رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی بچوں کو ڈھونڈ رہی تھی۔ اسی عالم میں میں نے دیکھا کہ ایک بچی میرے سامنے آ رہی ہے کہ جس کے کرتہ کے دامن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ مجھے اس بچی پر ترس آیا۔ میں آگے بڑھا تا کہ آگ بجھاؤں تو وہ بچی ڈر کر پیچھے ہٹی۔ میں نے آگ بجھائی۔

بچی نے کہا کہ مجھے نجف کا راستہ بتا دو۔

میں نے کہا: وہاں تمہارا کون رہتا ہے؟

کہا: میرا دادا علیؑ وہاں رہتا ہے۔ میں جا کر شکایت کروں گی۔

تھوڑی دور وہ بچی گئی کہ ایک سوار نمودار ہوا، گھوڑے سے اترا۔ بچی کو اپنی گود میں لے لیا۔

اے میری سکینہؑ! نجف جانے کی ضرورت نہیں، تمہارا دادا خود آ گیا ہے۔

❁❁❁

Presented by Ziaraat.Com